MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

لاہور

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

جلد نمبر 22

شمارہ نمبر 08

دسمبر 2021ء، ربیع الثانی/ جمادی الاول 1443ھ

WWW.MIRRAT.COM

26 دسمبر 2003ء

بانی اصلاحی جماعت کے یوم وصال
کی مناسبت سے

خصوصی اشاعت

سلطان الفقر

حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس سرہ العزیز

بانی اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

دربار عالیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ

(ولادت: 14 اگست 1947 – وفات: 26 دسمبر 2003)

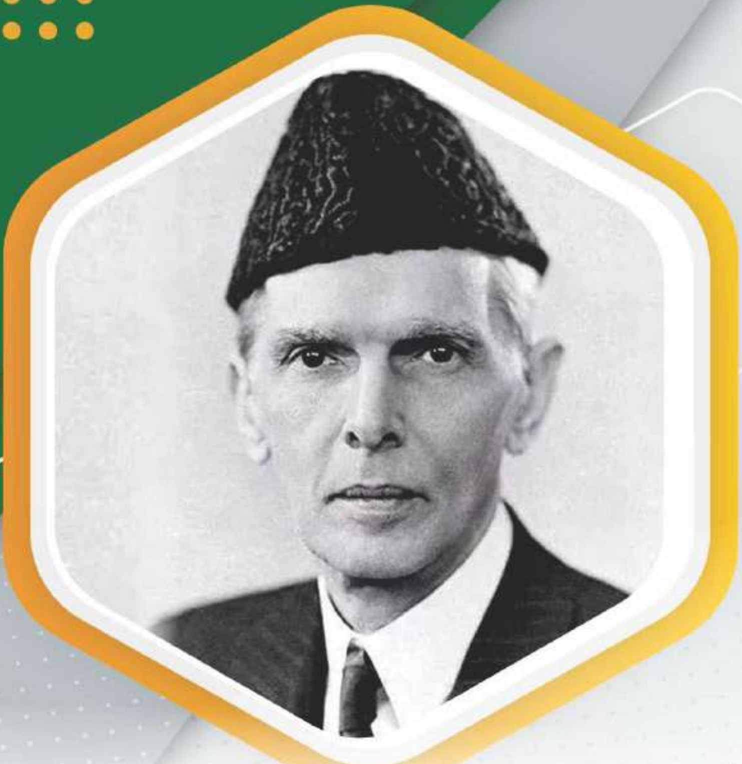

بانئ پاکستان

قائدِاعظم محمد علی جناح رحؒ

نے فرمایا:

میرے پیغام کا خلاصہ یہ ہے کہ

ہر مسلمان کو دیانت داری، خلوص اور بے غرضی سے
پاکستان کی خدمت کرنی چاہیے۔

(27 اگست، 1947ء)

.... آیئے!

یومِ قائد پر پیغامِ قائد سے تجدید عہد کرتے ہوئے

پاکستان کی خدمت و ترقی اور خوشحالی کو اپنی زندگی کا مشن و مقصد بنائیں

جو بحیثیتِ قوم ہماری
اوّلین ذمہ داری ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فیضانِ نظر

سُلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

چیف ایڈیٹر: صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹوریل بورڈ: سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ • مفتی محمد شیر القادری • افضل عباس خان

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاھور

دسمبر 2021ء، ربیع الثانی / جمادی الاول 1443ھ

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوکی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1	اقتباس		3
	اداریہ		
2	دستک		4
	سلطان الفقر نمبر		
3	حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ): اخلاق و معمولات	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	5
4	بانیٔ اصلاحی جماعت (رحمۃ اللہ علیہ) کا اندازِ تربیت و تربیت اولاد	عامر طفیل	21
5	سلطان الفقر: سُنتِ نبوی (ﷺ) کا عکسِ جمیل (حصہ پنجم)	مفتی محمد شیر القادری	24
6	خانقاہوں پہ مدارس کا قیام	مفتی محمد منظور حسین	32
7	شریعت و طریقت اور بانیٔ اصلاحی جماعت کی تعلیمات	لئیق احمد	40
8	سلطان الفقر: قدامت و جدت کا عظیم امتزاج	مہر ساجد علی گھیانہ ایڈووکیٹ	44
	باھُو شناسی		
9	Abyat e Bahoo	Translated by: M.A Khan	49

آرٹ ایڈیٹر

• محمد احمد رضا • واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمائندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
40 روپے	50 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 480 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلیے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندروڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر 9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکلوڈ روڈ لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

الله

"مَنۡ يَّهۡدِ اللّٰهُ فَهُوَ الۡمُهۡتَدِ ۚ وَمَنۡ يُّضۡلِلۡ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرۡشِدًا"

"جسے اللہ راہ دے تو وہی راہ پر اور جسے گمراہ کرے تو ہر گز اس کا کوئی (ولی) حمایتی، راہ دکھانے والا نہ پاؤ گے"-(الکہف:17)

"حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللّٰهَ قَالَ: مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتُهُ بِالْحَرْبِ"

"بے شک اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا: جس نے میرے ولی سے دُشمنی رکھی پس میں اُس سے اعلانِ جنگ کرتا ہوں"-

(صحیح البخاری، کِتَابُ الرِّقَاقِ)

سرہانی محبوبِ ربانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) فرمان

"اولیاء اللہ کے معاملات کیسے عجیب اور ان کے احوال کیا ہی اچھے ہیں-اللہ عزوجل کی طرف سے انہیں جو کچھ بھی پہنچتا ہے وہ انہیں پسند ہوتا ہے، اللہ عزوجل نے انہیں معرفت کی شراب پلادی ہے، انہیں اپنے لطف و کرم کی گود میں سلاتا ہے، اپنے انس سے انہیں مانوس بناتا ہے، اللہ عزوجل کے قرب میں رہنا انہیں محبوب ہے، ماسوا اللہ سے دور رہنا انہیں مرغوب ہے اس کے حضور مردے کی طرح پڑے رہتے ہیں-اللہ عزوجل کی ہیبت ان پر حاوی ہو چکی ہے وہ جب چاہتا ہے انہیں اٹھا کر کھڑا کر دیتا ہے اور زندہ و ہوشیار بنا دیتا ہے-ذاتِ الٰہی کے سامنے وہ ایسے ہیں جیسے اصحابِ کہف اپنے غار میں تھے جن کے بارے میں فرمانِ باری تعالیٰ ہے:"اور ہم ان کے دائیں اور بائیں کروٹیں بدلتے ہیں"- (الکہف:18) مخلوق میں وہ سب سے زیادہ عقل رکھتے ہیں وہ اپنے رب کے ہاں ہر حال میں مغفرت اور نجات کی امید رکھتے ہیں اور یہی ان کی زندگی کا مقصود ہے"- (الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُوؒ فرمان

مرشد میرا شہباز الٰہی ؎ ونج رلیا سنگ حبیباں ھو

تقدیر الٰہی چھکیاں ڈوراں ؎ ملسی نال نصیباں ھو

کوہڑیاں ؎ دے دکھ دور کریندا کرے شفا مریضاں ھو

ہر مرض دا دارو توہیں باھُو کیوں گھتنا ئیں وس طبیباں ھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان ، اتحاد، تنظیم

"جو ہمیں دعائیں دیتے ہیں ہم ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جو ہم سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں ہم ان کی ہمدردی کو سراہتے ہیں، جو ہماری مخالفت کرتے ہیں ہم ان کی مزاحمت کرتے ہیں ہم کسی بھی حلقے سے مخالفت کی پروا کئے بغیر آگے بڑھتے جائیں گے"-(مسلم برادرہُڈ اور بوہرہ یوتھ لیگ کے زیرِ اہتمام ایک جلسہ عام سے خطاب، بمبئی 24 جولائی، 1936ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

جس بندۂ حق بیں کی خودی ہو گئی بیدار

شمشیر کی مانند ہے بُرّندہ و برّاق

اُس مردِ خدا سے کوئی نسبت نہیں تجھ کو

تو بندہ آفاق ہے، وہ صاحب آفاق

(ضربِ کلیم)

صوفیانہ تحریکیں اور پاکستان کا نظریاتی استحکام

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ کوئی بھی قوم، ملک یا معاشرہ اپنے نظریے کو پس پشت ڈال کر نہ تو اپنا وجود برقرار رکھ سکتا ہے اور نہ ہی ترقی و خوشحالی کے سفر میں آگے بڑھ سکتا ہے، بالفاظِ دیگر نظریہ ہی وہ بنیادی ضابطہ ہے جو قوموں کے عروج وزوال میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے جس سے غفلت شکست و ریخت کا سبب بنتی ہے- آج بھی دنیا کے جس خطے میں انسانی بحران و سماجی انتشار، سیاسی و معاشی عدم استحکام پایا جاتا ہے وہاں سب سے بڑی وجہ روحانی و اخلاقی ضُعف ہے جو اسے تباہی کی طرف دھکیل رہا ہے-

پاکستان ایک اسلامی نظریاتی مملکت ہے جس کی بنیاد ”لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ“ پر استوار ہے جو اسے عالمِ اسلام میں منفرد مقام عطا کرتا ہے- بلاشبہ پاکستان کی سلامتی اور عزت ووقار کی واحد طاقت اِس کا اسلامی نظریہ ہے جو اسے مضبوط و مستحکم بناتا ہے- بد قسمتی سے پاکستان کو نظریاتی سطح پر کمزور کر کے استحکام پاکستان کو سبوتاژ کرنے کی سازشیں ہر دور میں ہوتی رہی ہیں جس کی مثال اکثر و بیشتر فرقہ واریت، صوبائیت پرستی، لسانیت پرستی، مذہبی انتہا پسندی و شدت پسندی، سیاسی جماعتوں کا غیر جمہوری طرزِ عمل اور رجحانات کے علاوہ پاکستان مخالف بیانیے کی صورت میں دیکھنے کو ملتی ہے جس میں کئی میر جعفر و میر صادق اپنا گھناؤنا کردار ادا کر کے ملکی و ملّی تشخص کو داغدار کرنے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں- لیکن دوسری طرف اس حقیقت سے بھی قطع نظر نہیں کیا جا سکتا کہ پاکستان جب کبھی ایسی مشکلات اور مسائل میں گھرا اِس خطہ کے صوفیائے کرام نے ہمیشہ مملکتِ خداداد کو سہارا دیا ہے- تحریکِ پاکستان میں صوفیاء کرام کا عملی کردار قیامِ پاکستان میں بنیادی محرک کی حیثیت رکھتا ہے اس لیے کہ اسلامی اقدار و روایات میں روحانی تعلیمات و نظریات ہر دور کی بنیادی ضرورت رہی ہیں- اِس وقت بھی صوفیاء کرام کی تعلیمات و پیغام ہی استحکامِ پاکستان کا ضامن ہے-

14 اگست 1947ء یعنی جس دن اسلامی جمہوریہ پاکستان معرضِ وجود میں آیا اُسی دن سولہویں صدی کے عظیم صوفی، سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی نویں پشت سے سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت باسعادت ہوئی- بانئ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے دراصل اس میراثِ مسلمانی کے تحفظ کیلئے کام کیا جس کا تحفظ ہر دور میں آئمہ عظام اور سلف صالحین کرتے آئے تھے- آپؒ کی قیادت و شخصیت ہمہ جہت اور پیغام عالمگیر و آفاقی ہے، جو آپؒ کی قائم کردہ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی صورت میں نظر آتا ہے- اسلامی جمہوریہ پاکستان کا استحکام، اتحادِ اُمتِ مسلمہ اور انسانی معاشرے کی فلاح و اصلاح اس تحریک کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے- مزید اس تحریک کا مقصد محبِّ وطن اور ذمہ دار پاکستانی شہری پیدا کرنا ہے جو اسلام اور پاکستان کی خدمت کو اپنا شعار بناتے ہوئے ہر میدان میں مملکتِ خداداد کا نام روشن کریں- آپؒ نے اپنی تحریک سے وابستہ لوگوں کو یہی پیغام دیا کہ آپ چاہے کسی مرتبے یا عہدے پر فائز ہوں ہمیشہ ذاتی مفاد کی بجائے ملک و ملت کی بھلائی کیلئے کام کریں- اس کے علاوہ یہ موجودہ صدی کی واحد تحریک ہے جو دینِ متین کی خدمت کے ساتھ ساتھ اتحادِ ملتِ اسلامیہ اور پاکستان کے روحانی و نظریاتی دفاع کیلئے ہمیشہ کمربستہ رہی ہے- آپؒ نے عامۃ الناس کے قلوب و اذہان میں یہ فکر راسخ فرمائی کہ فی الحقیقت پاکستان کی روحانی شناخت ہی پاکستان کو نظریاتی طور پر مستحکم کرتی ہے- مزید آپؒ نے بانیانِ پاکستان کی اُس فکر کو اجاگر کیا کہ پاکستان اسلام کی تجربہ گاہ بننے کیلئے حاصل کیا گیا ہے-

پاکستان کے اسلامی و روحانی تشخص کی پاسبان سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی تحریک مادی ترقی و روحانی تنزّلی کے موجودہ دور میں بالخصوص پاکستان اور بالعموم پوری اُمتِ مسلمہ کی روحانی و نظریاتی بقاء کی ضامن ہے بشرطیکہ اِس تحریک کے پیغام اور انقلابی فکر کو سمجھ کر عمل پیرا ہوا جائے- اس وقت سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے شہزادگان آپؒ کی نظریاتی میراث اور تحریکی مشن کو عالمی سطح پر پھیلانے کیلئے علمی، ادبی، تحقیقی اور ثقافتی پلیٹ فارمز پر جس طرح انتھک محنت اور مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں یہ اپنی مثال آپ ہے- آپؒ کی عطا کردہ روحانی فکر اور سوچ ہمیں اسلام اور پاکستان سے محبت کا درس دیتی ہے کہ کیسے ہم نے پاکستان کو اپنی ترجیح بناتے ہوئے اسلامی نظریہ پر بنے اس ملک میں متاعِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فروغ کیلئے ہمہ وقت اپنا کردار ادا کرتے رہنا ہے- مزید برآں! ہم آپؒ کے آفاقی و روحانی پیغام سے عملی وابستگی اختیار کر کے پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلام کا قلعہ اور اولیاء اللہ کے فیضان کا سرچشمہ بنا سکتے ہیں جو عصری تقاضوں کے پیشِ نظر ملکی و ملی یکجہتی و اتحاد اور استحکامِ پاکستان کی ناگزیر ضرورت ہے-

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اخلاق و معمولات

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

جب ہر طرف مادیت اپنے پنجے مضبوطی سے گاڑھ لیتی ہے اور اس سے نکلنے کا بظاہر کوئی راستہ نہیں ہوتا تو اللہ عزوجل اپنی خصوصی شفقت اور فضل سے ایسی ’ہستی مبارک‘ کا انتخاب فرماتا ہے جس کے وجود مسعود سے نہ صرف صدیوں کا خلا پُر ہوتا ہے بلکہ آئندہ آنے والے لوگوں کو کامیاب زندگی گزارنے کا ایک طریق بھی عطا ہوتا ہے- موجودہ دور اور زمانہ قریب میں جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ شرف و امتیاز حضور سلطان الفقر سیدنا سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) کو حاصل ہے-

بلاشبہ کسی بھی عظیم شخصیت کے شب و روز کا احاطہ کرنے کے لیے کئی کتب درکار ہوتی ہیں اور پھر بھی یہ سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہوتا ہے- یہاں محض دارین کی سعادتوں کے حصول کی خاطر سلطان الفقر بانیٔ اصلاحی جماعت (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات مبارک کے چند پہلوؤں کو زیب قرطاس کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں-

نسب نامہ:

سلطان الفقر سُلطان محمد اصغر علی بن شہبازِ عارفاں سلطان محمد عبد العزیز بن سلطان فتح محمد بن سلطان غلام رسول بن سلطان غلام میراں بن سلطان ولی محمد بن سلطان نور محمد بن سلطان محمد حسین بن سلطان ولی محمد بن سلطان العارفین حضرت سلطان باھو“[1]

ولادت باسعادت و تعارف:

حضور سلطان الفقر، مخزن بحرِ حقیقت، قلزم اسرارِ طریقت و معرفت، جگر گوشہ حضرت سخی سلطان باھوؒ حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت باسعادت 27 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک بمطابق 14 اگست 1947ء کو ہوئی- جیسا کہ تاجدارِ کائنات سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت باسعادت کے وقت خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے نہ صرف تمام بت گر گئے بلکہ قیصر و کسرٰی کے محلات کے کنگرے بھی گر گئے اور آتش کدہ فارس بھی بجھ گیا- یہ سید الانبیاء (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فقر کی امانت کا فیض ہے کہ حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی نویں (9th) پشت مبارک میں حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ولادت مبارک پہ برطانیہ کی 100 سالہ حکومت کا نہ صرف خاتمہ ہوا بلکہ مسلمانانِ ہند کو بھی آزادی نصیب ہوئی- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) مذہباً حنفی، مشرباً قادری سروری اور نسباً اعوان ہیں- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا شجرہ نسب نویں پشت پہ سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) سے جا کر ملتا ہے جن کا نسب مبارک شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے جا ملتا ہے- شہنشاہ بغداد، سیدی حضرت الشیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کے بعد حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کا شمار سب سے بڑی روحانی ہستیوں میں ہوتا ہے-[2]

بچپن و ابتدائی تعلیم:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے دریائے چناب کے ساحل پہ واقع بستی ”سمندری“ ضلع جھنگ میں پرورش پائی، آپ (رحمۃ اللہ علیہ)

---

[1] سلطان حامد، زبدۃ العارفین، مناقب سلطانی لاہور، (الناشر، شبیر برادرز، 2007ء) ص:16

[2] مرآۃ العارفین انٹرنیشنل، ماہنامہ (لاہور، العارفین پبلیکیشنز، نومبر، 2008ء)، ص:17

نے رائج الوقت نصاب کے مطابق سکول کی تعلیم بھی حاصل کی، لیکن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مرشد کریم شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں رہ کر دینی و عرفانی تعلیم حاصل کی اور آپؒ کے بتائے ہوئے اوراد اور تصور اسم اللہ ذات کو زیادہ ترجیح دیتے اور اسی میں محو رہتے- شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) بھی آپؒ کی تربیت کا خاص خیال رکھتے اور اکثر سفر و حضر میں اپنے ساتھ رکھتے-[3]

والدہ ماجدہ سے محبت و عقیدت:

صاحبزادہ حضرت سلطان احمد علی صاحب، سلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کی اپنی والدہ ماجدہ سے محبت و عقیدت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی عمر مبارک ابھی چھوٹی تھی، جب آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی والدہ ماجدہ (رحمۃ اللہ علیہا) کا انتقال ہوا تو آپؒ 23 رمضان المبارک کو اپنی والدہ ماجدہ کے ایصال ثواب کیلئے ختم پاک کا اہتمام فرماتے اور کوشش فرماتے کہ 23 رمضان المبارک دربار شریف پر آئے- مجھے یاد ہے کہ آخری سال سے کچھ ایک دو سال پہلے جب 23 رمضان المبارک دورانِ شکار آیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ میری والدہ ماجدہ کا ختم ہے مَیں شکار چھوڑ کر وہاں ختم پہ جاؤں گا، حالانکہ آپ شکار چھوڑ کر کہیں تشریف نہیں لے جاتے تھے- آپؒ 23 رمضان المبارک کو وہاں تشریف لائے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اکثر ایک بات فرمایا کرتے تھے کہ میری والدہ کو یہ شرف نصیب ہے کہ وہ ایک بڑے شیخِ کامل کی زوجہ تھیں اور دوسرا شرف انہیں یہ نصیب ہے کہ انہوں نے جتنے بھی بچوں کو جنم دیا ہے ان میں کوئی بھی تارکِ شریعت نہیں ہے اور تیسری بات آپ (رحمۃ اللہ علیہ) یہ فرماتے تھے کہ جن بچوں کو انہوں نے جنم دیا ہے ان میں کسی کے کردار پر بھی شک نہیں ہے"-[4]

خدمت و محبتِ مرشد:

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے جس انداز میں اپنے مرشد کریم کی خدمت کو اپنا معمول بنایا وہ اپنی مثال آپ ہے اور ہر طالب مولیٰ کے لیے لائق تقلید ہے- اس کا اظہار کرتے ہوئے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے فرمایا:

"شہباز عارفاں، حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) جب تہجد پڑھ کر تشریف لاتے تو چائے فوراً آتی اور اگر تاخیر ہو جاتی تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نہیں پیتے تھے- ایک فقیر تھا بہر حال وہ فقیر اس ڈیوٹی میں ایک دو دن سے کوتاہی کر رہا تھا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے چائے نوش نہ فرمائی تو پھر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے آکر عرض کی کہ حضور کرم فرمائیں تو یہ ڈیوٹی مجھے سونپ دیں- 12 سال تک آپ (رحمۃ اللہ علیہ) رات کو جاگتے رہے اور جیسے ہی شہبازِ عارفاں (رحمۃ اللہ علیہ) تہجد ادا فرمانے تشریف لے جاتے تو حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) چائے چولہے پر رکھ دیتے جیسے ہی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) آکر چارپائی مبارک پہ بیٹھتے تو ساتھ ہی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ٹیبل پہ چائے رکھ دیتے، مجھے شہبازِ عارفاں (رحمۃ اللہ علیہ) کے بڑے دیرینہ فقیروں میں سے، یعنی جو حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے عالمِ شباب کے وقت مریدین تھے ان میں سے میاں محمد علی جنجوعہ ضلع جھنگ سے تھے خود ان سے مَیں نے اس کی تصدیق کی کہ جب حضرت سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) آرام فرماتے تھے تو چھوٹا دیا یا لالٹین کمرے میں روشن ہوتی تھی، حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) جاکر سو نہیں جاتے تھے بلکہ چارپائی کے قدموں کی طرف آپ (رحمۃ اللہ علیہ) حالتِ قیام میں کھڑے ہو کر پوری پوری رات اپنے مرشد پاک کے چہرے مبارک کی زیارت کرتے رہتے"-[5]

[3] مرآۃ العارفین، اپریل 2010ء، ص:19

[4] مرآۃ العارفین، اکتوبر 2015ء، ص:15-16

[5] مرآۃ العارفین، اکتوبر 2015ء، ص:16

آدابِ مُرشد:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا اپنے مرشد کریم شہبازِ عارفاں، سُلطان الاولیآء حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے محبت، عقیدت اور ادب کا تعلق تھا وہ نہ صرف مثالی بلکہ تمام طالبانِ مولیٰ کیلئے ایک عملی سبق ہے جس کو سید امیر خان نیازی صاحبؒ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''1972ء تا 1981ء تک میں نے حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اور حضرت سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) میں جو تعلق دیکھا وہ طالبانِ مولیٰ کیلئے درخشاں مثال ہے میں حیران ہوتا ہوں کہ آپؒ نے حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو والد صاحب کبھی نہیں کہا تھا حضور پاک کہہ کر پکارتے تھے، جب آتے تھے تو جوتے باہر اتار کر، ہاتھ باندھ کر اور سَر جھکا کر ملاقات کے بعد بھی کھڑے رہتے تھے، جب تک حضرت صاحبؒ حکم نہ فرماتے اور جب واپس جانا ہوتا تھا تو رُخ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف یعنی پچھلے پاؤں جاتے تھے، مَیں نے تقریباً 9 سال حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ گزارے کبھی بھی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو اس طرح نہیں دیکھا کہ مَیں صاحبزادہ ہوں یا پیر ہوں بلکہ خلافت عطا ہونے کے بعد بھی پیر کا رویہ نہیں اپنایا حالانکہ حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے میرے سامنے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو حکم فرمایا کہ بیعت کرو اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے بیعت فرمایا لیکن اس کے باوجود آپ (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے ہمیشہ طالبِ مولیٰ رہے''۔[6]

فنافی الشیخ:

بلاشبہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا اپنے مرشد کریم شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) سے تعلق محبّ و محبوب والا تھا، دیکھنے والوں کو یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ محبّ کون اور محبوب کون ہے؟ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا اپنے مرشد سے جو عشق، محبت اور عقیدت تھی، اس کا نتیجہ فنافی الشیخ کی صورت میں سامنے آیا، جس کو بیان کرتے ہوئے سید امیر خان نیازیؒ فرماتے ہیں:

''مرشد جس پہ مہربانی کرتا ہے اس کی ہر حالت مرشد کی حالت کے ساتھ ملے تو سمجھو کہ طالب فنافی الشیخ ہے، 24 سال کی عمر مبارک میں سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کا ایک ایک فعل مرشد کے فعل کے تابع ہو بہو تھا، (حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے) وصال مبارک کے بعد بھی حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کا لہجہ بعینہٖ سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ ملتا تھا، اگر کوئی دیوار کی اوٹ میں کان لگا کر آپؒ کی آواز کو سنتا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لائے ہوئے ہیں- وصال مبارک سے تین روز پہلے ڈیرہ اسمٰعیل خان میں لٹی خان (فضل کریم خان کنڈی مرحوم) کے ڈیرے پر ہمارا قیام تھا، حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے غور سے میرے چہرے کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ نیازی صاحب میرے ناخن تو تراش دو، میں نے عرض کی جی میں تراشوں؟ تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ نیازی صاحب اور کون تراشے گا؟ جس طریقے سے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا تو فوراً مجھے وہ واقعہ یاد آگیا کہ میں نے حضور پیر صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے دربار کے دروازے پر حضرت سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ناخن تراشے تھے، یعنی جیسے ہی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) محل سے باہر تشریف لائے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے سامنے چٹائی پر بیٹھ کر فرمایا کہ خان صاحب کسی نائی کو بلوائیں جو میرے ناخن تراشے- میں نے عرض کی کہ حضور! آپ تشریف رکھیں کہ میں تراشتا ہوں- تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ تم کیسے تراشو گے؟ اس وقت نئے نئے ناخن تراش (نیل کٹر) آئے تھے، وہ میری جیب میں تھا، مَیں نے عرض کی، حضور! تشریف رکھیں- میں نے اس نیل کٹر سے ناخن تراشے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) دیکھ کر خوش ہوتے رہے اور فرمایا واہ خان صاحب واہ بڑا مزہ آیا- حالانکہ اس وقت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) ساتھ بھی نہیں تھے کہ انہوں نے

[6] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2009ء، ص: 12

مجھے ناخن تراشتے دیکھا ہو، جب میں نے نیل کٹر سے سلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کے ناخن بھی کاٹے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ نیازی صاحب اب ٹھیک ہے ناں، میں نے عرض کی کہ بالکل ٹھیک ہے، گویا آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے مرشد کی کوئی ایسی سنت نہیں چھوڑی جو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی سنت ہو اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے نہ اپنائی ہو"۔[7]

بلاشبہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فنافی الشیخ کے اعلیٰ ترین مرتبے پہ فائز تھے جس کی شہادت ملک نور حیات خان ان الفاظ میں دیتے ہیں:

"حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے گھوڑوں کے ساتھ ہمارے علاقے تشریف لائے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی آمد کی اطلاع ملی تو مَیں حاضری کے لیے روانہ ہو گیا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک ہوا دار جگہ پر پلنگ مبارک پہ تشریف فرما تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس چند لوگ چٹائی پہ بیٹھے تھے، مَیں نے دُور سے ہی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھ کر احتراماً گاڑی کھڑی کر دی اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف چل پڑا، میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ جب مَیں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی طرف نگاہ ڈالتا تو مجھے سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) تشریف فرما نظر آتے اور جب دوبارہ دیکھتا تو حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نظر آتے، یہ دیکھتے ہی میری آنکھوں سے آنسو روانہ ہو گئے اور مَیں روتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے قدموں میں گر گیا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کمال شفقت فرماتے ہوئے مجھے اُٹھا کر گلے لگایا، کافی دیر تک مَیں نے اُس پر توجمالِ حقیقی اور عشق الٰہی کے پُرسوز تصویرِ مجسم کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کرتا رہا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے بے پایاں محبت، بے مثل خلوص اور عمیق عنایات نے میرے آزردہ دل کو جو سکون بخشا وہ ناقابل فراموش ہے"۔[8]

شخصیت مبارک و شمائل مبارکہ:

سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے فرمان مبارک "اَلَّذِیْنَ اِذَا رُؤُوْا، ذُکِرَ اللہُ تَعَالٰی"[9] کے مصداق سلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) جاذب و پرکشش شخصیت کے مالک تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ اقدس کے منظورِ نظر علامہ عنایت اللہ القادریؒ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت مبارک کے آنکھوں دیکھے خدوخال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی شخصیت باوقار، پُرکشش اور سدا بہار تھی، خوبصورت جسم مبارک سراپا نور تھا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی نگاہیں ہمیشہ نیچی رکھتے تھے اور جمالیت کی نگاہ سے جب محفل مبارک میں سَر اُٹھاتے تو چہرہ پُرنُور اور چہرہ متبسّم نظر آتا اور ہر وہ خوش نصیب جو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی معیت و قرب میں بیٹھا ہوتا تھا وہ یہ سمجھتا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) میری طرف متوجہ ہیں اور مجھ سے بات فرما رہے ہیں- جمالیت منور جو سورج کی طرح تاباں ہونے کی بجائے ماہِ منوّر جو بدرِ منوّر چودھویں رات کی طرح کی چاندنی معلوم ہوتی ہے، جس کے اثرات کچھ اس طرح نمودار ہوتے تھے کہ ہر دیکھنے والے کو فیض فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نصیب ہوتا رہا ہے- جس قدر غمگین و پریشان لوگ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی محفل میں بیٹھ کر اُٹھتے تو یوں محسوس کرتے کہ ہماری کوئی پریشانی اور غم باقی نہیں ہے یعنی اعلیٰ درجے کی طمانیت اور سکون نصیب ہو جاتا اور پُرمسرت طور پر مُسکرا رہے ہوتے تھے یا خوشی کے آنسو چھلکا رہے ہوتے تھے"-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) انتہائی خوبصورت اور جسیم صورت تھے، میانہ قد مبارک، خوبصورت اَبرُو الف مدّ کی طرح بارونق

[7] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2015ء، ص:16-17

[8] مرآۃ العارفین، اگست، 2014ء، ص:44

[9] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام أحمد بن حنبل (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ) رقم الحدیث:27599، ج:45، ص:575

تھے، آنکھوں میں سُرخ رنگ کے خوبصورت ڈورے ہوتے تھے، بینی مبارک تلوار کی طرح نوک جیسی چمکدار اور خوبصورت تھی، چہرہ پُر جلال و جمال - ہر دن رات میں تین رنگ آتے تھے کبھی بالکل سُرخی تو کبھی بالکل چاند کی چاندنی کی طرح سفید اور کبھی ہلکی گندمی رنگ کی جھلک دکھائی دیتی تھی''۔[10]

اندازِ گفتگو:

''آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی گفتگو ہمیشہ سراپا ادب ہوتی، گفتگو کے الفاظ مبارک انتہائی چنے ہوئے ہوتے جن میں تصنع یا بناوٹ نہ ہوتی تھی، بلکہ ہمیشہ ایسے الفاظ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے جو دل میں گھر کر جاتے تھے-جب آپ (رحمۃ اللہ علیہ) مختلف مشائخ عظام و علماء کرام سے کلام فرماتے تو اس وقت فقط علمی اصطلاحات کا استعمال فرماتے مگر جس وقت آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سادہ لوح لوگوں سے گفتگو فرماتے تو بالکل سادہ زبان میں گفتگو فرماتے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کھِل کھلا کر اونچانہ ہنستے تھے کبھی کبھار اگر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا قہقہہ ہوتا تو وہ بھی انتہائی خوبصورت انداز میں ہوتا- لیکن عام طور پر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) مسکرا دیتے- گفتگو کی آواز اور لہجہ بھی دھیمہ ہوتا تھا اور بلند آواز میں فقط اُس وقت گفتگو فرماتے جب آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے گرد زیادہ لوگ بیٹھے ہوتے اور آواز کو دور تک پہنچانا مقصود ہوتا- لیکن آپ کے وجود مبارک کی ایک کرامت تھی کہ کتنی بڑی محفل کیوں نہ ہو، آواز مبارک سب تک پہنچتی تھی، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی آواز مبارک میں ایک وجاہت اور شان و شوکت تھی''۔[11]

بیعت وعطائے خلافت:

سلطان الاولیاء، شہبازِ عارفاں حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے شہزادگان کی تربیت خالصتاً رُوحانی بنیادوں پر فرمائی اور بالخصوص خزانہ فقر کو منتقل کرنے کیلئے حضور سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کو سفر و حضر میں ہمہ وقت اپنے قربِ خاص میں رکھ کر اُن کی تربیت فرمائی-1979ء میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو بیعت کرنے اور خلافت عطا کرنے کے بعد ارشاد فرمایا ''میرا یہ بیٹا فقر کو جس طرح سنبھالے گا ایسے قیامت تک کوئی نہیں سنبھال سکے گا''۔[12]

اصلاحی جماعت کا قیام:

سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پہ عمل پیرا ہوتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے 40 برس کی عمر مبارک میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے انجمن غوثیہ عزیزیہ حق باھوؒ پاکستان و عالمِ اسلام کی تنظیم سازی فرمائی اور عالمگیر تحریک ''اصلاحی جماعت'' کی بنیاد رکھی تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حلقہ احباب پہ واضح فرمایا کہ:

''مَیں نے یہ جماعت روضہ مبارک والوں (سیدی حضرت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مرضی مبارک سے شروع کی- وہی اس کی نگہبانی فرمارہے ہیں ہم تو صرف اُن کی غلامی کر رہے ہیں''۔[13]

مساجد کی تعمیر و مدارس کا قیام:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے طالبان مولیٰ کی اپنی نگاہ سے تربیت فرما کر خانقاہ عالیہ کو رول ماڈل بنا دیا- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) مساجد کے قیام میں بہت دلچسپی لیتے اس کی واضح مثال دربار عالیہ حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) پر نہایت خوبصورت مسجد کا قیام ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جہاں طالبانِ مولیٰ کی تعلیم و تربیت کیلئے مراکز قائم فرمائے وہاں مدارس کے قیام کو بھی عملی جامہ پہنایا، دار العلوم غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اور اس کے زیرِ اہتمام مختلف مدارس کا قیام اس کا عملی ثبوت ہے-

روضہ مبارک (گنبدِ خضرٰی) کا ادب:

الحاج محمد نواز القادری زیاراتِ مکہ و مدینہ کی یادیں تازہ کرتے ہوئے کچھ چشم دید واقعات میں مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں:

---

[10] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص: 11-12

[11] مرآۃ العارفین، دسمبر، 2020ء، ص: 19

[12] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2015ء، ص: 26

[13] مرآۃ العارفین، اگست، 2021ء، ص: 39

''ایک مرتبہ مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں عید کے موقعہ پر انتہائی رَش تھا کوئی جگہ نہ تھی کہ مرشد پاک کی جائے نماز کہاں ڈالیں ؟ہم نے اوپر والی منزل پر جانے کا ارادہ کیا تو مرشد پاک نے منع فرمایا کہ یہ بے ادبی ہے اس طرح عید پڑھنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں -اسی وقت قدرتی طور پر دو افراد کی جگہ بن گئی ہمیں سمجھ ہی نہیں آئی کہ یہ کیسے جگہ بن گئی- پھر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے وہاں نمازِ عید ادا فرمائی''-[14]

احترامِ سادات:

سادات کرام کا آپ (رحمۃ اللہ علیہ) بہت زیادہ احترام فرماتے، جب بھی جہاں سیّد کا نام آتا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اس نام کا احترام فرماتے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے حلقۂ ارادت میں سادات کی بہت بڑی تعداد تھی- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اُن کا بھی خاص احترام فرماتے- بھکر سے تعلق رکھنے والے ایک شاہ صاحب تھے جو اکثر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے پاس حاضر ہوتے، وہ حاضر ہوئے اور عرس مبارک کا موقعہ تھا، تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے دیگر تمام مصروفیات کے باوجود اپنے شہزادگان کو بُلا کر حکم فرمایا کہ شاہ صاحب کے آرام وطعام کا خیال آپ نے خود رکھنا ہے اور یہی آپ کی ڈیوٹی ہے اور کھانا بھی خود اپنے ہاتھ سے پیش کرنا ہے- بارگاہ عالیہ میں خُدّام کی ایک کثیر تعداد کے باوجود اپنے فرزندان کو اس ڈیوٹی پہ مامور کرنا آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی سادات کرام سے محبت وانکساری کا بیّن ثبوت ہے-

حضور شہنشاہ بغداد (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد پاک میں سے صاحبزادگان تشریف لاتے تو آپؒ اپنے تمام معمولات ترک فرما کر اُن کی خدمت کو ترجیح دیتے-[15]

محل پاک کا ادب:

''آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک بار ادائیگی عمرہ سے واپس تشریف لائے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے لٹھے کا کلف لگا سوٹ زیب تن فرمایا ہوا تھا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے مرشد کریم (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پُر انوار پر وہی کپڑے زیبِ تن فرما کر حاضر ہوئے- محل پاک میں داخل ہوتے ہی فوراً واپس تشریف لائے لباس تبدیل فرمایا اور ارشاد فرمایا:

''جی اساں محل پاک اچ حاضری دتی ہے تاں کپڑے بڑے شور کر رہے ہَن''

''میں نے محل پاک میں حاضری دی تو کپڑوں کا شور تھا''

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے سلطان الاولیاء حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال مبارک کے بعد کبھی بھی محل مبارک کی طرف پشت نہیں فرمائی''-[16]

پیکرِ عجز وانکساری:

حضور سلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) ''الادب سند الفقراء'' کی عملی تفسیر اور عاجزی و انکساری کی عملی تعبیر تھے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوری زندگی اپنے لیے ''مَیں'' کا لفظ استعمال نہیں فرمایا بلکہ اپنے لیے ''عاجز'' کا لقب پسند فرمایا- جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے مُرشد کریم شہبازِ عارفاں، سُلطان الاولیاء حضرت سخی سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ مبارک میں یوں نذرانہ عقیدت پیش فرماتے ہیں:

دل لاکے توڑ نبھاون ایہہ سخیاں دی چالِ
ہو اسم اعظم دے جسم معظم تیرا رتبہ بہت کمالِ
خاص منزل عطاؤ تو رحمت ذوالجلالِ
اس عاجز دیاں لجاں تینوں توں آپ ای لجپالِ [17]

گھوڑوں سے محبت:

حضرت عُروہ بن جعد (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

[14] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:17

[15] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2013ء)، ص:20

[16] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2013ء)، ص:19

[17] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2013ء)، ص:18-19

"اَلْخَیْلُ مَعْقُودٌ فِی نَوَاصِیهَا الْخَیْرُ إِلَی یَوْمِ الْقِیَامَةِ"[18]

"گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک خیر لازم ہے"

سنت نبوی (ﷺ) کے مطابق حضور حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے تھان پہ گھوڑوں کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور ہر ایک کا الگ الگ (نام) رکھا ہوا تھا، جن میں سے چند درج ذیل ہے: نگینہ، مستانہ، رَف رَف، کبوترا، خُمرہ، زمرد، زُوم، شعلہ، مرغوب، اطلس، عقاب، شہزادہ، طوفان، شاہ ناز، سنجاب، طوطا، شیر دل، گلفام وغیرہ

سلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کو رنگ کے حوالے سے کمیت، کُلہ (گولڈن یعنی سنہری) سیاہ پنج کلیان اور نُقرہ یعنی سفید رنگ کے گھوڑے پسند تھے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اکثر جس گھوڑے پہ سواری فرماتے تھے اس کا نام کبوترا تھا-[19] "ان گھوڑوں میں ایک گھوڑا ایسا ہے جس کی گردن پر اسم محمد (ﷺ) نقش ہے"-[20]

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا معمول مبارک تھا کہ:

"جب آپؒ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو سب سے پہلے گھوڑوں کے تھان یا اصطبل پہ تشریف لے جاتے- اگر صبح کو تشریف نہ لے جاتے تو عصر کے وقت تشریف لے جاتے اور اکثر گھوڑوں کی پیشانی اور گردن پہ ہاتھ مبارک پھیرتے اور فقیروں (سائیس) کو گھوڑوں کی ایک ایک چیز کی صفائی کی تاکید فرماتے اور گھوڑوں کے بارے میں ذرا برابر کمی بیشی برداشت نہ فرماتے اور اگر گھوڑوں کے جسم پہ مٹی لگی ہوتی تو بعض دفعہ اپنے ہاتھ مبارک سے صاف فرماتے- دانہ اور چارہ کو چیک فرماتے اور گھوڑوں کی خوراک کے متعلق عموماً پوچھتے رہتے اور جو چیز کم ہوتی اس کو فوراً پورا فرماتے"-[21]

صاحبزادہ سُلطان احمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) فرماتے ہیں کہ:

"حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے وصال مبارک سے 20 روز قبل مجھے صُبح سویرے طلب فرمایا اور ارشاد فرمانے لگے کہ میری ایک وصیت یاد رکھنا- اس سے پہلے حضور لفظ نصیحت استعمال فرماتے، اس مرتبہ 'وصیت' استعمال فرمایا- مَیں ہمہ تن گوش تھا، فرمانے لگے: "جب تک تمہارے پاس گھوڑے رہیں گے، اللہ عزوجل آپ کو دین و دنیا کی تمام نعمتوں سے سرفراز فرماتے رہیں گے- یہ سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے تھان کے گھوڑے ہیں ان کی بہت حفاظت کرنا"- صاحبزادہ سُلطان احمد علی (مدظلہ الاقدس) نے اپنے والد و مُرشد کی وصیّت کے بارے میں بتایا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کچھ شرائط اور پابندیاں بھی عائد فرمائیں، جن میں چار چیزوں کا حکم آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑی سختی سے فرمایا (آپؒ کے ان فرمودات مبارکہ کے ایک ایک لفظ سے بھی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی گھوڑوں کی محبت ظاہر اور عیّاں ہوجاتی ہے)

1- گھوڑوں کو اپنی ذات یا ذاتی مفاد کی خاطر فروخت نہیں کرنا، سوائے ان چند چیزوں کے: مسجد کی تعمیر کیلئے، مُرشد پاک کے آستانہ کی تعمیر کیلئے، جہاد فی سبیل اللہ کیلئے، دینِ حق کی کسی اور خدمت کیلئے- مگر یہ بھی اِس صورت میں کہ اور تمام وسائل ختم ہوجائیں اور یہ ایک آخری خزانہ رہ جائے-

2- گھوڑوں کو مالک (یعنی ہم)، سوار یا سائیس گالی نہ دیں کیونکہ حدیث نبوی (ﷺ) کے مطابق گھوڑے کی پیشانی میں قیامت تک برکت ہے اور ایک اور روایت کے مطابق اس کی پیشانی میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک ہے، اس لئے اس کو گالی دینا اس کی تقدیس کے منافی ہے-

3- ادب اور آداب کا خاص خیال رکھنا ہے حتی الوسع کوشش کرنی ہے کہ اُن کے تھان بالکل صاف ہوں یعنی اُن کی صفائی کا خاص خیال رکھنا ہے-

[18] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، (دار: طوق النجاۃ-1422ھ) کتاب الجھاد والسیر، ج04، ص:28

[19] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:7، 9

[20] ساگر، طارق اسماعیل، صاحب لولاک، ایڈیشن پنجم (لاہور، العارفین پبلی کیشنز، 2016ء)، ص:86

[21] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:8

4- یہ بات ذہن میں رکھ کر خدمت کرنی ہے کہ ہم اپنے تفاخُر یا استکبار کیلئے نہیں بلکہ حضرت سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی بطورِ امانت خیال رکھنا ہے-(مزید یہ کہ) کوئی بدکار یا شراب نوش یا منشیات کا عادی اِن کی خدمت پہ مامور نہیں کرنا"-[22]

مایہ ناز شہسوار:

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے دور کے بہت اچھے اور باکمال گھڑ سوار تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کئی مقابلوں میں بذاتِ خود حصہ لیا اور اوّل پوزیشن پہ رہے-[23] حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے زیرِ سایہ تربیت یافتہ گھڑ سوار نیزہ باز ملک میں اور غیر ممالک میں بھی جاتے تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے گھوڑوں کی شہرت سُن کر غیر ممالک سے بھی اکثر لوگ آتے تھے، صاحبزادہ سُلطان احمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) نے گھڑ سواری کے حوالہ سے اپنے مُرشد والد (حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)) کی زبانی واقعہ سنایا کہ:

"ایک مرتبہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ہمارے دادا مرشد حضرت سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) کے حکم پر ایک انتہائی سرکش گھوڑے پر نیزہ بازی کررہے تھے اور اس انتہائی سرکش گھوڑے کو زین چھوڑ کر بھگا رہے تھے، زین چھوڑ کر دوڑانا بڑی خطرناک سواری ہے، جان کو ہتھیلی پر رکھنے والی بات ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں، میں نے اتنی زین چھوڑی کہ میرا دایاں پاؤں بائیں طرف آگیا، میں نے نیزہ مارا اور وہ صحیح نشانے پہ لگا، جب میں نے گھوڑا روکا تو ہمارے دادا مرشد حضرت سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) اٹھ کھڑے ہوئے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے دونوں بازو فضا میں لہراتے ہوئے خوشی کا اظہار فرمایا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے کہ ہمارے دادا جان "راجباہ" کے ایک طرف گھوڑا دوڑاتے تھے اور دوسری طرف لگا نیزہ اکھاڑا کرتے تھے، خیال رہے کہ "راجباہ" ایک تنگ سی آبی گزرگاہ (پانی گزرنے کی جگہ، چھوٹی نہر وغیرہ) ہوتی ہے اور یہ (اس طرح نیزہ اکھاڑنا) تقریباً ناممکن ہوتا ہے، فرماتے ہیں کہ میری اس گھڑ سواری پر میرے والد مرشد (رحمۃ اللہ علیہ) بہت زیادہ خوش ہوئے"-[24]

دلوں کے راز دان:

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہِ اقدس میں حاضری کا شرف حاصل کرنے والوں میں اکثر اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کئی مرتبہ حاضر ہونے والوں کے دلوں کی بات کو اُن کے زبان پہ لانے سے پہلے ارشاد فرمادیتے اور بعض اوقات کوئی حاضرِ خدمت ہونے والا دل میں اپنا مسئلہ رکھتا لیکن اُس کو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہِ اقدس میں زبان پہ لانا مناسب نہ سمجھتا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اس کے مسئلہ بتائے بغیر مسئلہ حل فرمادیتے اس طرح کا ایک واقعہ سید امیر خان نیازیؒ نے بیان فرمایا:

"ایک مرتبہ دربار پیر سید بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) پہ حضور سلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے طلب فرمایا، قیام تھوڑا لمبا ہوگیا اور گھر میں کچھ رقم کی اشد ضرورت تھی لیکن مرشد کریم (رحمۃ اللہ علیہ) کا ادب وحیا کی وجہ سے عرض نہ کرسکا، کچھ دنوں کے بعد حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے خود مجھے جتنی رقم کی ضرورت تھی وہ عطا فرما کر گھر روانہ فرمادیا"-

یہاں طوالت سے بچنے کیلیے ایک واقعہ پہ اکتفا کیا ورنہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات مبارکہ اس جیسے سینکڑوں واقعات سے بھری پڑی ہے-

[22] صاحب لولاک، ص:89

[23] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:8

[24] صاحب لولاک، ص:86-87

"یُعَلِّمُکُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ" کا فیض:

سید امیر خان نیازی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"ایک مرتبہ حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے گھر سے طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ نیازی صاحب تم نے کچھ عرصہ میرے ساتھ رہنا ہے، مجھے اپنے مُرشد کی بارگاہ سے حکم ملا ہے کہ تمہاری تربیت کروں، مَیں نے سر تسلیم خم کر دیا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) کی تصنیف لطیف کلید التوحید (کلاں) کھولی اور ارشاد فرمایا: یہاں سے پڑھو، میں نے عرض کی: حضور! مجھے فارسی پڑھنی نہیں آتی، ارشاد فرمایا: تم بسم اللہ پڑھ کر شروع تو کرو تمہیں پڑھنا خود بخود آجائے گا اور جب میں نے پڑھنا شروع کیا تو میں حیرت زدہ رہ گیا کہ میں اسے آسانی سے پڑھتا بھی گیا اور اس کا مفہوم بھی میری سمجھ میں آگیا"۔[26]

کسی نے مانگا نہ مانگا جھولیاں بھرتے گئے

ملک صفدر حسین صاحب اپنی ایک آپ بیتی بیان کرتے ہیں کہ:

"میں اپنے مُرشد سے کھل کر کبھی فرمائش نہیں کرتا تھا، کیونکہ میرا ایمان ہے کہ وہ ہمارے دلی معاملات سے آگاہ ہیں، میری شادی کو کافی عرصہ ہو گیا اور کوئی اولاد نہیں تھی، مَیں نے اسے قسمت جان کر قبول کر لیا اور کبھی اس طرف قیاس ہی نہیں گیا، ایک مرتبہ جب میری قائد آباد تعیناتی تھی تو میرے مرشد پاک میرے ہاں تشریف لائے میرے ساتھ میرا ایک بھتیجا موجود تھا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: "کون ہے؟" میں نے عرض کی کہ میرا بھتیجا- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے پوچھا تمہارا بیٹا نہیں، میں نے عرض کی نہیں حضور، فرمایا کہ بتایا ہی نہیں تم نے، میں نے عرض کی حضور! آپ سے کیا پوشدہ ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے توقف فرمایا حاضرین پہ نگاہ ڈالی اور ارشاد فرمایا کہ سب مل کر دعا کرو، اللہ پاک صفدر حسین کو بیٹا عطا فرمائے، بعد میں اللہ پاک نے خوشخبری عطا فرمادی"۔[27]

شکار میں دلچسپی:

"وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا"[28]

"اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو"۔

شکار کے بارے میں واضح نصوص اور احکامات ہونے کے باوجود بعض اوقات کم فہم لوگ اس پہ اعتراض کرتے تھے، اس طرح کا ایک واقعہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات مبارک میں پیش آیا تو آپؒ نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا کہ:

"وہ جو اب ہونے کے ساتھ ساتھ آپؒ کے صاحب تصرف، ولی کامل و اکمل ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے جیسا کہ ملک صفدر حسین آف چکوال بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ایک دوست میاں صاحب کے ساتھ علاقے کے مکین وڑائچ صاحب کے پاس بیٹھا تھا کہ جو علاقے کے بڑے زمیندار تھے اور میاں صاحب کے ذریعے ان سے میرا پہلی مرتبہ تعارف ہوا تھا، باتوں باتوں میں وڑائچ صاحب نے کہا- مَیں پہلے شکار کھیلا کرتا تھا، لیکن کسی نے کہا کہ یہ ظلم ہے تو مَیں نے چھوڑ دیا، خدا جانے مجھے کیا ہوا کہ غصہ آگیا، میں نے کہا آپ نے چھوڑ دیا آپ کا فیصلہ تھا لیکن اسے ظلم نہ بتائیں کیونکہ میرے مُرشد پاک بھی شکار کھیلتے ہیں وڑائچ صاحب وہاں سے چلے گئے- مَیں اور میاں صاحب اپنے گھر واپس آگئے، گھر پہنچے تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ دروازے پر آہٹ ہوئی، مَیں نے دروازہ کھولا اور سامنے حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو موجود پایا، میں حیران رہ گیا کہ اچانک آمد اور وہ بھی اس طرح- حضور تشریف فرما ہوئے اور یقین کیجئے بغیر کچھ کہے سُنے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے شکار کے حوالے سے بات شروع فرمائی، قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا حوالہ دینے لگے اور ارشاد فرمایا کہ فلاں آیت دیکھو، فلاں آیات دیکھو، اللہ تعالیٰ نے شکار کی اجازت دی ہے، پھر میری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: "صفدر صاحب جب اللہ تعالیٰ ایک کام کی اجازت دے

---

[26] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2018ء، ص:10

[27] صاحب لولاک، ص:258-259

[28] المائدہ:02

رہے ہیں تو اُسے کرنے والا ظالم ہے یا روکنے والا؟ میں چپ رہا، میاں صاحب کو پسینہ آ گیا کیونکہ ہم دونوں ہی تھوڑی دیر پہلے وڑائچ صاحب کے ساتھ موجود تھے حضور سے کچھ بھی نہ کہہ سکے، گفتگو مکمل فرمانے کے بعد حضور نے ارشاد فرمایا کہ انہیں فوراً واپس جانا ہے ہم مزید حیران ہو گئے، بات مکمل کر کے آپؒ تشریف لے گئے تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی روانگی کے بعد مَیں نے میاں صاحب سے کہا جو خود بھی بہت اللہ والے ہیں کہ قرآن پاک کی متعلقہ آیات دیکھیں-جب ہم نے وہ آیات دیکھیں تو یقین کیجئے لفظ بلفظ وہی لکھا تھا-جو میرے مرشد پاک ہمیں ارشاد فرمانے کے بعد رخصت ہو گئے تھے"-[29]

محبتِ قرآن:

صاحبزادہ سُلطان احمد علی (مد ظلہ الاقدس) نے حضور سلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کی محبتِ قرآن کی منظر کشی کچھ یوں فرمائی ہے:

"آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اکثر گھر والوں اور اپنے مریدوں کو 'نُور العرفان' کا درس دیتے تھے، بلکہ ایک اور بھی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی ترتیب مبارک تھی کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) قرآن کریم جو قاری غلام رسول صاحب (اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت فرمائے) نے تلاوت کی ہے اور ان کے ساتھ وجیہہ السیما عرفانی صاحب کا ترجمہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سُنتے تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مختلف علماء، سُلطان معظم علی صاحب، حاجی محمد نواز صاحب، مفتی صالح محمد صاحب، مفتی اشفاق احمد صاحب ہوتے تھے-قرآن پاک کی آیات مبارکہ کا جب ترجمہ ہوتا تو پھر سٹاپ کی جاتیں پھر یہ علماء ان کی تشریح کرتے تھے اور تو یہ پوری پوری رات اس نشست میں گزر جاتی تھی اور قرآن پاک کے اوپر گفتگو ہوتی تھی، جو حضور کے فقیر تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں رہنے والے وہاں بیٹھے دیکھتے تھے اسے سُنتے تھے سوالات کرتے تھے اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) قرآن پاک کے اَسرار و رموز جو اس کے باطنی حوالے سے خاص کر ہیں اس کی شرح فرماتے تھے"-[30]

لباس مبارک:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) پاکیزہ، صاف، سُتھرا اور عمدہ لباس زیب تن فرماتے اور طہارت و پاکیزگی کا بے حد خیال رکھتے، زرق برق لباس کے لیے یہ ارشاد فرماتے یہ شُکرانِ نعمت ہے ذرا برابر بھی ناپاک چیز یا واش روم کے استعمال کے دوران معمولی سی چھینٹ بھی پڑ جاتی تو فوراً وضو فرما کر لباس مبارک تبدیل فرما دیتے، عمدہ لباس میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سفید رنگ کے کپڑے کو پسند فرماتے، علاوہ ازیں خوش رنگ، بوسکی قمیض اور سفید تہہ بند استعمال فرماتے، سفید رنگ کے شملے والی دستار سر مبارک پر رکھتے، دورانِ حج آپ نے

(رحمۃ اللہ علیہ) سبز رنگ کی دستار بھی استعمال فرمائی ہے-آپ (رحمۃ اللہ علیہ) خوش لباسی کو انتہائی پسند فرماتے، کاٹن کا لباس بھی زیبِ تن فرماتے اور نرم و نازک پتلا لباس گرمیوں میں استعمال فرماتے، سَر پر گرمی کے موسم میں عموماً سندھی ٹوپی استعمال فرماتے جبکہ سردیوں میں گرم اُونی ٹوپی جو پنجاب (پاکستان) میں عمومی طور پر سفید پوش اور بزرگ لوگ استعمال کرتے ہیں-الغرض صاف سُتھرا اور پاکیزہ لباس کو زیادہ پسند فرماتے، اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ بالکل نئے کپڑے اپنے خدمت گاروں میں تقسیم فرما دیتے اور قریب رہنے والے ساتھیوں کو اچھے اور پاکیزہ لباس کے ساتھ باوضو رہنے کا حکم صادر فرماتے گویا ہر بات اور ہر کام میں سُنتِ محبوبِ خُدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپناتے تھے"-[31]

[29] صاحب لولاک، ص:259-260

[30] مرآۃ العارفین، اگست، 2016ء، ص:26-27

[31] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:18-19

جن کی ہر ہر ادا سُنت مصطفیٰ (ﷺ):

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اللہ عزوجل کے محبوب مکرم، شفیع معظم سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی تمام ظاہری صورتوں پہ عمل فرمایا بلکہ آپ (ﷺ) کی باطنی سُنتیں (توکل، تزکیہ، تصفیہ وغیرہ) کا احیاء فرمایا، بلاشبہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھ کر سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی (رحمۃ اللہ علیہ) کا یہ شعر ذہن میں گردش کرنے لگتا-

جن کی ہر ہر ادا سُنتِ مصطفیٰ (ﷺ)
ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

اس چیز کی گواہی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ مبارک میں رہنے والوں نے بھی دی جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک مرتبہ سید امیر خان نیازیؒ کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا:

"نیازی صاحب !مَیں نے زندگی میں کوئی ایسا کام کیا ہے جو مُرشد کی سُنت کے خلاف ہو، عرض کی نہیں، پھر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کوئی ایسا کام جو سیدی رسول اللہ (ﷺ) کی سُنت کے خلاف ہو مَیں نے عرض کی "جی نہیں" آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی کا ایک ایک لمحہ حضور نبی رحمت (ﷺ) کی سُنت کے مطابق ہے تو اِس پر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرمانے لگے "یار کو راضی کرنے کے لیے یہ تو کرنا پڑتا ہے"-[32]

بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی:

سلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کی نگاہِ فقر نے نہ صرف لوگوں کے دلوں کو اللہ عزوجل اوراس کے محبوب مکرم، شفیعِ معظم (ﷺ) کی محبت سے سرشار فرمایا بلکہ ہزاروں گناہوں کے عادی افراد کو گناہوں کی دلدل سے بچایا-اسی طرح کا ایک واقعہ علامہ معین الحق صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:

"چاچا محمد اسلم خان ہمارے بزرگ ساتھی تھے، ان کا ایک بیٹا تھا محمد ظفر اللہ، ایک مرتبہ وہ کسی کام کیلئے اچھالی آئے ان کے ساتھ آنے والا ڈرائیور شراب میں مست رہتا تھا، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کے لیے دو بوتلیں خریدیں، ایک راستے کیلئے اور ایک اس کے پاس رکھنے کیلئے، ہم جتنے ساتھی تھے اُچھالی پہنچ کر ملاقات کیلئے چلے گئے اور اس ڈرائیور کو گاڑی کے پاس چھوڑ دیا، جب ہم ملاقات کیلئے گئے تو وہ ڈرائیور وضو کرنے لگ گیا، ابھی وہ وضو سے فارغ ہوا تھا کہ اتنی دیر میں ہم بھی ملاقات کر کے واپس آگئے، اس نے ہم سے کہا ٹھیک ہے میں گناہ گار تو ضرور ہوں لیکن کیا میں مسلمان بھی نہیں ہوں؟ کیا میں ملاقات بھی نہیں کر سکتا؟ ہم نے کہا چلو آپ کی ملاقات کرواتے ہیں-اس کی ملاقات کروا کے تھوڑی دیر بیٹھے تو ہم نے کہا چلیں تو وہ کہنے لگا کہ نہیں ابھی بیٹھیں، کچھ دیر بیٹھنے کے بعد جب ہم وہاں سے نکلے چونکہ وہ پینے کا عادی تھا تو میں نے اسے کہا کہ بھائی کیا خیال ہے چلو کسی کمرے میں چل کر آپ کی پیاس بجھائیں- اس ڈرائیور نے کہا نہیں بھائی ایسی ہستی کو دیکھنے اور ملاقات کرنے کے بعد کیا مَیں اب بھی شراب پیوں گا؟ مَیں شراب نہیں پیوں گا، وہ دن گیا اور آج کا دن ہے اُس شخص نے کبھی شراب یا منشیات کو ہاتھ تک نہیں لگایا"-[33]

(یہ بطورِ مثال ایک واقعہ ہے در حقیقت ایسے ہزاروں واقعات ہیں کہ میرے مرشد کریمؒ کی نگاہ فقر نے ہزاروں مادیت پرستوں اور نفس پرستوں کو دنیا و نفس کی قید سے چھڑوا کر روحانیت کی وادی میں آباد فرمایا)

کرامات مبارکہ:

صوفیاء کرام ہمیشہ استقامت کو کرامت پہ ترجیح دیتے ہیں بلاشبہ میدان استقامت میں بھی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مثال آپ ہیں اور جہاں تک کرامت کا تعلق ہے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی پوری حیات مبارکہ کرامت ہے اور بعض مقامات پہ اولیاء اللہ کی طرف سے کرامت کو ترجیح نہ دینے کے اقوال مبارکہ ملتے ہیں، اس کی محض وجہ یہ ہے کہ لوگ اس پہ قناعت اختیار کر کے رجوعات خلق کا شکار نہ ہو جائیں ورنہ کرامت برحق ہے

[32] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2009ء، ص:13-14

[33] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2017ء، ص:19

اوراللہ تعالیٰ کے فضل کا اظہار ہے جیسا کہ امام رازی (رحمۃ اللہ علیہ) رقم طراز ہیں:

"ہم کہتے ہیں، بندہ جب اطاعت میں مبالغہ کرتا ہے اس حیثیت سے کہ وہ ہر وہ کام کرتا ہے جس کا اللہ پاک نے حکم مبارک فرمایا ہوتا ہے اور جس میں اللہ عزوجل کی عین رضا مبارک ہوتی ہے اور ہر اس کام کو ترک کر دیتا ہے جس سے اللہ پاک نے منع فرمایا ہو اور اس سے زجر و توبیخ فرمائی ہو تو یہ بعید از قیاس نہیں ہے کہ رب تعالیٰ جو رحیم کریم ذات پاک ہے ایک مرتبہ وہ کام کر دے جو اس کا بندہ چاہتا ہے بلکہ یہ اولیٰ ہے"۔[34]

یہاں صرف ایک کرامت کے ذکر پہ اکتفا کرتے ہیں جس کو مفتی محمد منظور حسین صاحب اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ:

"ہماری موجودگی میں ایک شخص اپنی تین بیٹیوں (جن کی عمر بالترتیب 18 سال، 16 سال اور 14 سال تھی) اپنے والد کے ہمراہ حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ مبارک میں حاضر ہوا اور نرینہ اولاد کیلئے دعا کی عرض کی اور ان بچیوں نے (پردہ میں) عرض کی کہ حضور ہمیں بھائی چاہیے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ پاک تمہیں بیٹا بنا دے، تو بعد میں آپریشن کے ذریعے تینوں لڑکے بن گئے اور اب ان کے نام حماد رضا، اسد رضا اور علی رضا ہیں"۔

ادائے دل نواز:

اللہ عزوجل اپنے محبوب بندوں کو ایسی ادائیں عطا فرماتا ہے کہ جن سے نہ صرف دکھی دلوں کی ڈھارس بندھتی ہے بلکہ اُن کے مسائل بھی حل ہو جاتے ہیں یہی حال حضور سُلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ اقدس کا تھا، جیسا کہ ملک اعجاز اعوان صاحب نے بتایا کہ:

"حضور سے ہمارا تعلق بہت پُرانا تھا، کچھ رشتہ داری بھی ہے، میرے والد صاحب (کرنل (ر) حسین محمد، تلہ گنگ) کو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کرنل صاحب فرمایا کرتے تھے، ایک مرتبہ نوشہرہ ہمارے نزدیکی گاؤں تشریف لائے وہاں بارش نہیں ہوئی تھی- لوگوں نے عرض کی، حضور! بارش کی دعا فرمائیں، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ کرنل صاحب پر پانی ڈالیں اللہ پاک بارش دے گا، لوگوں نے والد صاحب پہ پانی ڈالا لیکن بارش نہ ہوئی، اگلے دن عرض کی تو ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے پانی کم ڈالا ہو گا- ہم نے والد صاحب پہ خوب پانی ڈالا اور اگلے روز ایسی مُوسلا دھار بارش ہوئی جو اس سے پہلے کبھی سُننے میں نہیں آئی تھی، اللہ عزوجل کی مشیّت کچھ عرصہ بعد والد صاحب سرگودھا تشریف لائے اور وہاں اُن کی وفات ہو گئی، حضور مرشد کریم (رحمۃ اللہ علیہ) والد صاحب کی وفات کے کچھ دنوں بعد اس علاقے میں تشریف لائے تو نزدیکی گاؤں کے لوگ آ گئے اور بارش کی دعا کی درخواست کی- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا میں نے تمہیں بارش کا نسخہ دے دیا ہے، میں نے عرض کی کہ والد صاحب تو اب دُنیا میں نہیں رہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا: ان کی قبر پر دو سو گھڑے پانی ڈالو- ہم نے ایسا ہی کیا اور وہاں موسلا دھار بارش ہو گئی اور تین دن بارش ہوتی رہی، بعد میں لوگوں کے ہاتھ میں نسخہ آ گیا، وہ حضور کے پاس آتے اور اجازت لے کر کرنل حسین محمد صاحب کی قبر پر پانی ڈالتے تو بارش شروع ہو جاتی"۔[35]

دستگیر کونسل کا قیام:

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اس چیز کو پسند فرمایا کہ حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی فکری و نظریاتی میراث کی احیاء کے لیے ایک کونسل ہونی چاہیے، جس میں حضور سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد مبارک مل بیٹھ کر باہم گفتگو کرے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس تجویز کو سب نے بہت پسند فرمایا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے وہاں "دستگیر کونسل" کی بنیاد رکھی، خاندان والوں نے اس کی صدارت بھی آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو سونپی اور یہ فیصلہ بھی ہوا کہ ہر معاملے پر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے فیصلے کو حکم مان کر عمل کیا جائے گا کیونکہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) تمام خاندانوں کے نزدیک غیر متنازعہ اور بابرکت شخصیت ہیں- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے خاندان کے کچھ لوگوں کو وہاں فرائض بھی سونپے اور خصوصاً یہ ڈیوٹی کہ

[34] الرازی، محمد بن عمرؒ، مفاتیح الغیب، ایڈیشن: سوم (بیروت: دار إحیاء التراث العربي، 1420ھ) ج:21، ص:435

[35] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:39

سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات پر ریسرچ، اشاعت اور ترویج کا اہتمام کیا جائے، یہ کونسل آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے وصال مبارک سے دو ماہ پہلے بنائی تھی (خانوادۂ حضرت سلطان باھوؒ کی موجودہ حضرت سلطان باھوؒ کونسل آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تشکیل کردہ کونسل ہی کا تسلسل ہے اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی اس عظیم کاوش کے اعتراف کے طور پر موجودہ کونسل کے آئین میں اِس کونسل کو آپؒ کی قائم کردہ کونسل کا تسلسل قرار دیا گیا ہے"۔[36]

ظہورِ سُلطان الفقرؒ اور قیامِ پاکستان:

یہ قدرت کا حسین اتفاق ہے کہ جس دن سلطنت مدینہ کے بعد دنیا میں دوسری اسلامی ریاست کلمہ طیبہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کی بنیاد پہ معرضِ وجود میں آرہی تھی اسی دن 14 اگست 1947ء کو بمطابق 27 رمضان المبارک بروز جمعۃ المبارک سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی نویں پشت میں سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب کی ولادت باسعادت ہوئی۔ دراصل قدرت ایسے اتفاقات اس لیے ظاہر فرماتی ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اس چیز کو واضح کیا جائے کہ محض حادثہ نہیں بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔

قبل از وصال مبارک تیاری:

اللہ عزوجل اپنے محبوبین اور مقربین پہ جہاں دیگر کئی اسرار و رموز سے پردہ اٹھا دیتا ہے وہاں موت کے احوال بھی ان سے مخفی نہیں رکھتا اور وہ اس چیز کا اظہار اپنے حلقۂ احباب میں فرما بھی دیتے ہیں دراصل یہ میرے کریم آقا، رؤف رحیم آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سنت مبارک بھی ہے جیسا کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم شاید میں تم سے اس مقام پہ اس کے بعد نہ مل سکوں۔

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات مبارک میں بھی ہمیں سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ سنت مبارک کا عکس جمیل نظر آتا ہے جیسا کہ جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) فرماتے ہیں کہ:

"حضور 23 دسمبر (2003ء) کو فضل کریم کنڈی کے گھر تشریف فرما تھے، ان سے حضور کو بہت محبت تھی، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اِن سے فرمایا کہ آپ کے بیٹے فیصل خان کنڈی کو الیکشن لڑانا ہے، اگر زندگی رہی تو ہم خود آئیں گے نہ رہے تو ہمارے بیٹے آئیں گے"۔[37] مزید یادیں فرماتے ہوئے آپ (مدظلہ الاقدس) ارشاد فرماتے کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے آخری وقت تک ہمیں احساس تک نہیں ہونے دیا کہ حضور تیاری فرما رہے ہیں، آپؒ نے 1999ء سے مجھے اپنے ساتھ رکھنا شروع فرما دیا تھا اور روحانی تربیت فرماتے رہے، اس کے بعد آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے "اصلاحی جماعت" اور "عالمی تنظیم العارفین" کی خدمت پہ مامور فرمایا اور اپنی زندگی مبارک میں ہی ہماری تربیت فرمادی تھی"۔[38]

اسی طرح جانشین سلطان الفقر، حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب مدظلہ الاقدس ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے آخری رات گھر فون فرمایا کہ ہم صبح (10) دس بجے (گھر) پہنچ جائیں گے اور ہمیں فرمایا کہ فضل کریم کے آتے ہی فوراً چل دینا ہے حالانکہ کوئی پروگرام نہیں تھا۔ لیکن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) پروگرام طے فرما چکے تھے اور لفظ بہ لفظ اس پر عمل ہوا۔[39]

صاحبزادہ حضرت سخی سلطان احمد علی زید مجدہ نے اپنے والد گرامی سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی

[36] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:38

[37] صاحب لولاک، ص:265

[38] صاحب لولاک، ص:266-267

[39] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص:39

صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے آخری ایام کی یادیں تازہ کرتے ہوئے فرمایا:

"حضور سے میری آخری ملاقات (وصال مبارک سے) تقریباً 15 دن پہلے ہوئی، میں چکوال میں تعلیم حاصل کر رہا تھا اور چھٹی گھر پہ آیا ہوا تھا، حضور ملتان تشریف لے جا رہے تھے، اسی روز ہمیں ارشاد فرمایا: "آج مجھے رَج کے (خوب) مِل لو"- مزید آپ مدظلہ الاقدس نے فرمایا کہ مجھے یاد آیا کہ ایک روز اوچھالی میں حضور نے فرمایا: احمد علی! آپ کے دادا سائیں بلا رہے ہیں"-

اسی ضمن میں آپ مدظلہ الاقدس نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ:

"ہمارے ہاں ایک روایت ہے کہ عید کے روز ہم ایک دوسرے کے گھر عید ملنے جاتے تھے، عموماً حضور ہم دونوں بھائیوں کو بھیج دیا کرتے تھے لیکن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) آخری عید پر خود فرداً فرداً سب سے ملے ایسا پہلی بار ہوا تھا"- [40]

اسی طرح وصال مبارک کی یادیں تازہ کرتے ہوئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے خدمت پہ مامور خادم غلام باھو نے بتایا کہ شام کے وقت حضور جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کے ساتھ گفتگو فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بیٹا! میں نے اپنے مرشد پاک کی ہر سنت پوری کی ہے ایک ہسپتال والی سنت رہتی تھی، وہ بھی آج پوری کر رہا ہوں"- [41]

خالد صاحب (1994ء میں شرفِ بیعت نصیب ہوا اور حضور کی خدمت پہ مامور تھے) بیان کرتے ہیں کہ:

"مرشد کریم ایک روز فرمانے لگے کہ میرے والد مُرشد نے اپنے وصال سے دو سال پہلے مریدین کو مطلع فرما دیا تھا، اس پہ ہم دکھی ہوگئے لیکن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمیں مطمئن فرما دیا"- [42]

قاری نصر اللہ صاحب (جنہیں 1982ء کو شرف بیعت حاصل ہوا اور حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے قریبی خدمت گار تھے) بیان فرماتے ہیں کہ:

"26 دسمبر کو ہم مرشد کریمؒ کو ہسپتال لے گئے، ہسپتال پہنچے تو حضور نے سب سے پہلے نماز کی تلقین فرمائی اور فرمایا کہ جلدی کرو نماز ادا کریں، ہم نے جائے نماز بچھا دی، حضور مرشد کریم (رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑی تکلیف کی حالت میں بڑے پرسکون انداز سے نماز ادا فرمائی اور ہم نے سہارا دے کر پلنگ پر لٹا دیا، اس مرحلے پہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اچانک ہماری طرف رخ مبارک کیا اور ارشاد فرمایا: میرے مرشد حضرت سُلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) پر جب وقتِ نزع آیا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے فرمایا کہ مجھے اسم اللہ ذات کا نظارہ کرواؤ اور میں نے آپ کو اسمِ اللہ ذات دکھایا تھا، نصر اللہ صاحب آپ مجھے اسمِ اللہ ذات کی زیارت کرواؤ- میں نے آپ کو اسم اللہ ذات کی زیارت کروائی، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نگاہیں جمائے مستغرق رہے- 26 دسمبر کی صبح تقریباً پونے پانچ بجے (وصال مبارک سے چند لمحے پہلے) آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہماری طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا: میں نے 10 بجے غسل کرنا ہے، پانی گرم ہونا چاہیے اور میرے لئے وہ کپڑے تیار رکھنا جو اس سے پہلے میں نے کبھی نہ پہنے ہوں- اس وقت ہمارا دھیان اس طرف گیا ہی نہیں (کہ یہ تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کفن کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں)"- [43]

امانتِ فقر کی منتقلی و جانشینی:

14 اپریل 2003ء کو اپنے وصال مبارک سے آٹھ ماہ اور کچھ دن پہلے اپنے بڑے فرزند حضرت سُلطان محمد علی

[40] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2012ء، ص: 37-38-39

[41] مرآۃ العارفین، دسمبر 2013ء، ص: 37

[42] صاحب لولاک، ص: 270

[43] صاحب لولاک، ص: 268-269

صاحب مدظلہ الاقدس کو سُلطان العارفین حضرت سخی سُلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار مبارک پر دستار بندی فرما کر خلافتِ عظمیٰ عطا فرمائی۔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کی سرپرستی، مسجدِ پاک کی تعمیر، لنگر شریف کا اہتمام، درس گاہ کا نظام اور گھوڑوں کی سرپرستی کا حکم ارشاد فرما کر پوری نظامت خلافت آپ کے سپرد فرمادی تھی۔[44]

حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی حیات مبارک میں کئی مرتبہ اپنی زبان مبارک سے خزانہِ فقر کا اپنے لختِ جگر صاحبزادہ سلطان محمد علی صاحب (مدظلہ الاقدس) کے سپرد کرنے کا اظہار فرمایا جیسا کہ جانشینِ سلطان الفقر (مدظلہ الاقدس) بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے پیر بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار مبارک پر مجھے، سُلطان احمد علی صاحب، فتح محمد صاحب اور معروف سُلطان صاحب کو بیعت فرمایا تھا یہ شاید 1998ء کے آغاز کی بات ہے۔ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہم چاروں بھائیوں کو دستار پہنائی اور ارشاد فرمایا:

”جو دستار میرے حضور پاک نے میرے سر پر رکھی تھی وہ مَیں نے اپنے صاحبزادے سُلطان محمد علی صاحب کے سَر پہ رکھی ہے“۔[45]

امانتِ فقر کی منتقلی اور جانشینی کے واقعہ کو تفصیلاً بیان کرتے ہوئے، حضور سُلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کے دیرینہ خادم صوفی اللہ دتہ صاحب اپنے الفاظ میں یوں بیان فرماتے ہیں:

”دربار سُلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) پہ ترتیب مبارک ہے کہ وہاں 12-13 اپریل کو اصلاحی جماعت کے زیرِ اہتمام سالانہ مرکزی اجتماع بسلسلہ میلادِ مصطفٰے (ﷺ) وحق باھو (رحمۃ اللہ علیہ) منعقد کیا جاتا ہے۔ دستارِ فقر کی منتقلی کا واقعہ 12-13 اپریل کے فوری بعد پیش آیا، مجھے یاد ہے کہ حاجی محمد نواز صاحب، قبلہ نیازی صاحب، عنایت اللہ قادری صاحب اور ناچیز ہم محل شریف میں جمع ہوئے بانی اصلاحی جماعت حضرت سخی سُلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) نے جب جانشین سُلطان الفقر حضرت سخی سُلطان محمد علی (مدظلہ الاقدس) کو بیعت فرمایا تو مَیں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے دائیں طرف کھڑا تھا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا رُخِ انور ہماری طرف تھا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا کہ میرے مُرشد کریم آقا دوجہاں، رسول اللہ (ﷺ) کی بارگاہ مبارک سے فقر کا خزانہ مجھ تک پہنچا ہے مَیں نے وہی دستار (خزانہ) حضرت سُلطان محمد علی کو عطا کر دیا ہے اور فقرِ محمدی (ﷺ) کی دستار مبارک ان کے سر مبارک پہ رکھ دی ہے۔ آج کے بعد جماعت پاک، تنظیم، گھوڑوں پاک اور دربار پاک کے جتنے بھی معاملات ہیں سب کے وارث ”سُلطان محمد علی صاحب“ ہیں“۔[46]

مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ:

”سُلطان الفقر ششم (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال مبارک کے بعد میں پریشان رہتا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے لطف و کرم کو یاد کر کے روتا رہتا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) میری بیٹی کے خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ اے میری بیٹی! صوفی صاحب سے کہو کہ کیوں روتے ہو؟ جب سُلطان محمد علی صاحب جیسا مُرشد سامنے بیٹھا ہو تو کس بات کا غم ہے؟ صوفی صاحب سے کہو وہ جلوہ نور ہیں اور (نور) دنیا میں ہزاروں اولیاء اللہ میں ایک پیشانی میں چمکتا ہے جب ایک جاتا ہے تو دوسرے بندے کا انتخاب ہو جاتا ہے“۔[47]

خلاصہ کلام:

حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے جس وقت عملی میدان میں قدم رنجہ فرمایا اس وقت لوگوں کی اکثریت حقیقت سے دور اور افراط و تفریط کا شکار تھی، غیر تو غیر اپنے بھی تصوف سے شاکی نظر آتے تھے، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی نگاہِ شفقت، شبانہ روز کاوشوں اور کمال حکمت عملی کی بدولت تصوف کو نہ صرف پبلک محافل میں ڈسکس کیے جانے لگا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے شاعرِ مشرق کی اس فکر ”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیریؓ“ کو عملی جامہ پہناتے ہوئے 1987ء میں اصلاحی جماعت کی بنیاد

[44] مرآۃ العارفین، اگست، 2012ء، ص:21

[45] صاحبِ لولاک، ص:266

[46] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2019ء، ص:17

[47] مرآۃ العارفین، اکتوبر، 2019ء، ص:17

رکھی- اس وقت لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور راسخ تھا کہ شریعت کی بات تو ہر کوئی سمجھ سکتا ہے لیکن طریقت صرف اولیاء اللہ کا کام ہے اور سلک سلوک کی منازل کے بارے میں عام بندہ صرف سوچ ہی سکتا ہے، حتی کہ علماء کرام کی زبانی سے یہ باتیں سنی گئیں کہ ”حضرت صاحب جو باتیں عام لوگوں کو بتارہے ہیں، ان تک پہنچنے کیلئے کافی محنت درکار ہوتی ہے اور یہ باتیں تو عوام کی سوچ سے ماوری ہیں“- لیکن آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے احسن اور سہل انداز میں بیک وقت عام آدمی کو شریعت و طریقت سے جس طرح روشناس کروایا وہ اپنی مثال آپ ہے اور یہ سنتِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے بیک وقت عام آدمی کو شریعت، طریقت، معرفت و حقیقت سے روشناس کروایا-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی صحبت میں بیٹھنے والوں کی اپنی نگاہِ فقر سے تربیت فرما کر ان کو دنیا کے کونے کونے میں بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو ”ففروا الی اللہ“ کا درس دیں- نوعِ انسانی کو حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دیا ہوا پیغام یاد دلایا اور بالخصوص اپنی صحبت میں بیٹھنے کا شرف حاصل کرنے والوں پہ یہ واضح کیا کہ تیری ذات امانتِ الٰہیہ کی حامل ہے- تو اگر اپنی حقیقت کو جان کر اپنے مقام کو پالے تو تجھے معلوم ہو گا کہ تیری عظمت و حرمت کعبہ سے افضل ہے، تیری تخلیق ”لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ“[48] کے مرتبہ پر ہوئی اور باوجود اس کے کہ تو اپنے وجود کے اعتبار سے محدود ہے لیکن اللہ پاک نے تیرے اندر صحراؤں کی وسعت رکھی ہے-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جہاں دربار گوہر بار اور ضلعی سطح پہ محافل میلادِ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا انعقاد عمل میں لایا وہاں گھر گھر بھی اس مقدس نام سے ملقب محافل کا سلسلہ شروع فرمایا، آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ہمیشہ اس بات پر زور دیتے کہ اصلاح اپنی ذات سے شروع کی جائے اور ہر انسان پہلے اپنے آپ پر قرآن و سنت کا نفاذ کر کے ”اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً“[49] کا عملی مظہر بنے پھر دوسروں کو اس کی تبلیغ کرے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) عالمگیر امن کے داعی تھے اور ہمیشہ تفرقہ بازی سے گریز کا درس دیا کرتے تھے- آپؒ ملت کے افراد میں اتحاد و یگانگت پیدا فرما کر ان کو جسدِ واحد کی مانند دیکھنا چاہتے تھے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی زندگی مبارک کا لمحہ لمحہ ”قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ“[50] کا عملی مصداق تھا-

یہ ایک حقیقت ہے کہ اتنے بڑے چیلنجز کا مقابلہ نباضِ عصر ہی کر سکتا ہے جو وقت کی آندھیوں کے مزاج سے بھی شناسا ہو اور ان کا تریاق بھی جانتا ہو- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جس منہج پہ عوام الناس کی تربیت فرمائی یہ وہی منہج تھا جس پہ غوث الاعظم پیران پیر دستگیر سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رضی اللہ عنہ) اور سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے تربیت فرمائی اور آج ملک و قوم کی بقا اسی میں ہے کہ وہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے منہج کو سمجھے اور اس پہ عمل پیرا ہو-

☆☆☆

[48] التین:4

[49] البقرة:208

[50] الانعام:162

بانیءِ اصلاحی جماعت (رحمۃ اللہ علیہ)

کا اندازِ تربیت و تربیت اولاد

عامر طفیل

28 مئی 1993ء کو شہبازِ عارفاں حضرت پیر سید سلطان بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے آستانہ عالیہ پہ مجھے عظیم فقیرِ کامل و صوفی باصفا سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) سے بیعت کا شرف نصیب ہوا جس کے فوراً بعد حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے اصلاحی جماعت کی روحانی و اخلاقی تربیت کا حکم فرمایا اور میں دربار حضرت پیر سید بہادر علی شاہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے واپس لاہور آکر وادی سون سکیسر اوچھالی (ضلع خوشاب) آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں حاضر ہوا- مجھے بیعت کے بعد سے سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے وصال تک آپ کی صحبت میں گاہے بگاہے وقت گزارنے کا شرف حاصل ہوا ہے جس دوران مجھے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں رہنے والے افراد کی اخلاقی، روحانی اور ذہنی و فکری تربیت کا عملی نمونہ دیکھنے کو ملا جو قرآن کریم اور سنتِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیاتِ انسانی کیلئے وضع کردہ اصولوں کے عین مطابق تھا-

جیسا کہ حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے پریکٹیکل کر کے دکھایا کہ اولاد کی تربیت میں آپ کو اپنا عملی کردار لازمی ادا کرنا چاہیے- یہ اسی تربیت کا نتیجہ ہے کہ سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے تینوں شہزادگان (جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب، صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب، صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب) کی شخصیت میں دین وملّت کے ساتھ وابستگی، دین کی خدمت و پاسبانی اور خلق خدا سے محبت و شفقت کا عملی جذبہ بدرجہ اتم موجود ہے-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تربیت کا مزید اثر دیکھیں تو تینوں بھائیوں کا آپس میں احترام کا رشتہ مثالی ہے کہ سلطان احمد علی صاحب اور صاحبزادہ سلطان محمد بہادر عزیز صاحب نے جانشین سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب کو کبھی بھائی کی طرح نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ اپنے مرشد پاک کی جگہ دیکھا اور اسی طرح ادب و احترام کو ملحوظ رکھا ہے-

سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کا محبت و شفقت اور حسنِ اخلاق کے ذریعے خادمین کی تربیت کرنا:

سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے خادموں، طالبوں اور غلاموں کی جس طرح تربیت فرمائی اس کے بے شمار واقعات ہیں- جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:

”موسمِ گرما میں ہم اکثر سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ گھوڑوں کے سفر میں شامل ہوتے تھے- ایک دفعہ سفر کا اختتام چکوال میں کسی جگہ پر ہوا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے مجھے اور ایک ساتھی کو لاہور بھیجنے کا حکم دیا جس کیلئے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ چکوال سے لاہور کیلئے کتنا کرایہ لگتا ہے جو اس وقت تقریباً500 کے لگ بھگ تھا- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے حاجی صاحب سے فرمایا کہ یہ اپنے بیٹے ہیں انہیں کرائے کے علاوہ 400روپیہ اضافی دے دیں- روانگی سے قبل آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا بیٹا! گرمی بہت زیادہ ہے اس لیے آپ نے اے سی والی (ایئر کنڈیشنر) گاڑی میں سفر کرنا ہے اور گاڑی راستے میں جہاں رکے آپ نے کھانا بھی ہے اسی لیے کچھ پیسے زیادہ ہونے چاہیے- بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تھیں لیکن ہماری تربیت میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس حسنِ اخلاق نے گہرا اثر چھوڑا“-

اسی طرح کا ایک اور دلچسپ واقعہ یوں ہے کہ:

”سلسلہ حضرت سلطان العارفین ؒ سے وابستہ ایک دیرینہ خاندان کے ایک فرد چکوال سے نشہ کے اتنے عادی ہو چکے تھے کہ انہیں اپنا ہوش اور خبر نہ ہوتی- یہ حالت دیکھ کر ان کے بھائی انہیں چارپائی پہ اٹھا کر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں اوچھالی لائے اور خود گھر واپس چلے گئے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے بڑے پیار اور حلم سے چند ساتھیوں کی ڈیوٹی لگائی کہ ان کو بر وقت کھانا دیا جائے اور ان کا خیال رکھا جائے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ)

خود بھی وقتاً فوقتاً اُن کا حال احوال پوچھتے رہتے تھے- اُس ساتھی پر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی قربت وصحبت اور اخلاقِ عالیہ کی ایسی تاثیر ہوئی اور لوگوں نے دیکھا کہ نشے میں لت پت وہ شخص بالکل صحت مند اور توانا ہوگیا اور بقیہ زندگی آپؒ کی معیت میں گزاری اور آخری وقت تک دربار شریف پہ ڈیوٹی کرتا رہا- جب اُس ساتھی کا انتقال ہوا تو حضور مرشد کریم جانشین سلطان الفقر نے خود اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی"-

اُس کے اندر یہ تبدیلی سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کے پیار و شفقت اور محبت کی بدولت رونما ہوئی جس نے اسے یہ احساس دلادیا کہ نشہ بُری بلا ہے-میں نے بڑے قریب سے دیکھا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی جو چیز سب سے زیادہ لوگوں پہ اثرانداز ہوتی وہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کا ذاتی کرداراور اخلاق مبارک تھا-

مزید برآں علاوہ!

"ہمارے گوجرانوالہ کے ایک ساتھی نور احمد قادری ایبٹ آباد میں ڈیوٹی کر رہے تھے - میں ان سے سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی جماعت کا مشن سن کر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا- یہ سردیوں کا موسم تھاجب وہ ڈیوٹی کیلئے ایبٹ آباد جانے لگے تو وہاں پنجاب کی نسبت سردی میں شدت ہوتی ہے- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے روانگی کے وقت ان کو سامنے کھڑا کر کے ہدایات فرمائیں کہ بیٹاوہاں سردی بہت زیادہ ہوتی ہے آپ کا تعلق پنجاب سے ہے تو آپ نے وہاں جرسی بھی پہننی ہے، گرم چادر بھی لینی ہے، جرابیں اور بند جوتے بھی پہننے ہیں، مکمل طورپہ اپنے آپ کو سردی سے بچاناہے، کھانے پینے میں بھی احتیاط کرنی ہے- پھر آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے ان کو یہ ساری چیزیں خرید کر دیں-بظاہر تو یہ عام سی بات ہے لیکن اس کے بعد نور احمد قادری صاحب نے متعدد بار مجھ سے اس بات کا ذکر کیا کہ دیکھیں ہمارے مرشد پاک کتنے کریم ہیں کہ والد بھی اس قدر خیال نہیں رکھتا"-

ایک اور واقعہ یوں ہے کہ:

"ضلع وہاڑی کے ہمارے ساتھی ڈاکٹر اصغر صابر نوجوانی سے ہی مستقل ڈیوٹی میں رہتے تھے- جب میری ان سے گفتگو ہوئی تو کہنے لگے عامر بھائی ساری زندگی کسی نے اتنے پیار سے بیٹا کہہ کے نہیں بلایا تھا- میں جب پہلی مرتبہ حضور مرشد کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا" بیٹا جی آ گئے ہو"- آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس جملے سے متاثر ہو کر میں آپ کی خدمت میں رہنے لگا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سے تربیت حاصل کی"-

بے لوث مہمان نوازی اور میزبانی کے آداب سکھلا کر تربیت:

آستانہ عالیہ حضرت سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) پر اگر کوئی ساتھی یا مہمان دیر سے آتا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) بذاتِ خود اُس سے کھانے پینے اور سفر کے بارے میں دریافت فرماتے کہ بیٹا آپ کا سفر کیسے گزارا، راستے میں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی، آپ نے کھانا کھایا ہے یا نہیں، پھر آپؒ اپنے خادم کو بلا کے فرماتے انہیں کھانا اور چائے وغیرہ پیش کریں اور ان کے آرام کا بندوبست کریں- یہ دراصل آپ اپنے حسنِ کردار وعمدہ اخلاق سے ہماری تربیت فرمارہے ہوتے تھے جو اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس شعر کی عکاسی کرتا ہے:

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

یہاں دل کو چھو لینے والا واقعہ عرض کرنا چاہوں گا کہ:

"حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) نے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب کے ساتھ مجھے کسی ڈیوٹی کیلئے بھیجا تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے جانے سے پہلے صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب سے فرمایا کہ بیٹا ہمیشہ یاد رکھیں کہ آپ ڈیوٹی کیلئے جارہے ہیں، یہ اپنی ساری زندگی کا اصول بنالیں کہ اگر آپ کسی کے گھر جاتے ہیں اور وہاں آپ کے سامنے جو کھانا پیش کیا جاتا ہے اگر میزبان آپ کے ساتھ موجود ہو اور آپ محسوس کریں کہ کھانے میں نمک کم ہے چاہے نمک ساتھ رکھا ہو، پھر بھی آپ نے کھانے میں نمک نہیں ڈالنا کیونکہ میزبان نے اتنی محبت سے وہ کھانا تیار کیا ہوتا ہے مگر جب آپ نمک ڈالیں گے تو آئندہ دعوت تک اس کے ذہن میں یہی رہے گا کہ خدمت میں کمی رہ گئی جو کہ اس کی دل آزاری ہے"-

سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت میں رہنے والے ساتھیوں پر آپ کی تربیت کا اثر:

یہ حقیقت ہے کہ حضور سلطان الفقر (رحمۃ اللہ علیہ) تربیت کا ایک عملی نمونہ پیش فرماتے اور اپنے اعلیٰ اخلاق سے قلب و روح میں احساس اجاگر کرتے جو سب کے سامنے عیاں تھا- عام فہم الفاظ میں یوں کہہ لیں کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) بُت (جسد) کی بجائے روح پر کردار کی تاثیر نافذ کرتے اور جو چیز روح پر نافذ ہوجائے پھر وہ ہمیشہ آباد رہتی ہے- یہی وجہ ہے کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تربیت کا اثر اصلاحی جماعت وعالمی تنظیم العارفین کے کارکنان اور آپؒ کی صحبت میں رہنے والے لوگوں میں نمایاں نظر آتا ہے- مثلاً کبھی

آپ میاں ضیاء الدین صاحب کے پاس تشریف رکھیں یا ان سے گفتگو کریں، آپ کو ان کی طبع میں، حلم، نرمی، برداشت، محبت و شفقت، حکمت اور اخلاق دیکھنے کو ملے گا- اسی طرح ناظم اعلیٰ اصلاحی جماعت حاجی محمد نواز صاحب کی شخصیت اور کردار کو دیکھ لیں- یہ سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کے تربیت یافتہ وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کا کمالِ تربیت و عکسِ تربیت یاد آتا ہے- مزید آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی صحبت میں رہنے والے ایسے ساتھیوں کی متعدد مثالیں موجود ہیں-

سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) بچوں کی تربیت کیلئے کیا احکامات ارشاد فرماتے تھے؟

جو خادمین سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں رہتے آپ ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے تفصیلی احکامات ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بچے کیا کر رہے ہیں؟ کہاں تعلیم حاصل کر رہے ہیں؟ اور ان کو کیسے تربیت دی جا رہی ہے؟ مزید آپ (رحمتہ اللہ علیہ) ساتھیوں کو ہدایات فرماتے کہ بچوں پہ بہت زیادہ سختی نہ کیا کریں- آپ (رحمتہ اللہ علیہ) بالخصوص جسمانی تشدد کے بالکل خلاف تھے بلکہ آپ چاہتے تھے اخلاق، محبت، پیار اور اپنے عمل سے بچے کے اندر احساس اجاگر کریں- مَیں نے اپنی پوری زندگی میں سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کو اپنے بچوں کو کبھی مارتے دیکھا ہے اور نہ ہی یہ آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کے طریقہ کار میں شامل تھا- بلکہ آپؒ نے ہمیشہ اپنے کردار سے اپنے شہزادگان کی تربیت فرمائی اور اپنی صحبت میں رہنے والوں کو بھی یہی تلقین فرمائی کہ اولاد کی تربیت اپنے کردار اور عمل سے کریں- اسی طرح آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی نسبت والے لوگ اکثر آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں اپنے بچوں کی شکایت کرتے کہ فلاں بچہ بہت تنگ کر رہا ہے اور اس کی حرکتیں صحیح نہیں تو آپ (رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے کہ ایسا کریں کہ بیٹے کو ہمارے پاس چھوڑ دیں- وہی بچہ جس کے رویے اور حرکتوں سے گھر والے تنگ ہوتے تھے جب وہ کچھ وقت آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی صحبت و تربیت میں گزار لیتا تو پھر اس جیسا مؤدب اور مطیع و فرمانبردار بچہ ہی اس گھر میں نہیں ہوتا تو یہ فقط آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کی تربیت کا اثر تھا-

تربیت اولاد میں سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کس چیز پر زیادہ زور دیتے تھے؟

اہم چیز جو میں نے سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کی حیات مبارکہ میں بارہا مرتبہ دیکھی اور اپنی معیت میں رہنے والے ساتھیوں کو تربیتِ اولاد کے حوالے سے جس چیز کی آپ (رحمتہ اللہ علیہ) بہت زیادہ تاکید فرماتے تھے وہ شرم و حیا اور سچائی ہے- آپ (رحمتہ اللہ علیہ) فرماتے تھے اگر آپ اپنی اولاد کو حیا والا دیکھنا چاہتے ہیں تو آپ کو خود میں حیا پیدا کرنی چاہیے، اگر آپ اپنی اولاد کو سچا دیکھنے چاہتے ہیں تو آپ کے ذاتی کردار میں صدق و سچائی ہونی چاہیے-

مزید آپ (رحمتہ اللہ علیہ) تاکید فرماتے کہ بیٹا جب کسی کے گھر یا بازار جانا ہو تو اس بات کا ہمیشہ لازمی خیال رکھیں کہ جو خاتون آپ سے بڑی ہو وہ آپ کے لیے والدہ کا درجہ رکھتی ہے، جو آپ کی ہم عمر ہے وہ آپ کے لیے بہن کا درجہ رکھتی ہے اور جو آپ سے چھوٹی ہے وہ آپ کیلئے بیٹی کا درجہ رکھتی ہے- آپ ایسی عینک لگا کر چلیں کہ آپ کو ماں، بہن یا بیٹی نظر آئے- آپ (رحمتہ اللہ علیہ) ہمیں یہ انفرادی اخلاق و کردار اپنی بارگاہ میں بٹھا کر سمجھاتے-

خلاصہ کلام:

الغرض! سلطان الفقر (رحمتہ اللہ علیہ) کی شخصیت اور حیاتِ مبارکہ حسنِ اخلاق و کردار اور تربیتِ افراد و اصلاح معاشرہ کے ہر پہلو کے حوالے سے آقا پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی سیرت کا عملی نمونہ تھی- آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کبھی کسی کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھتے چاہے وہ کسی بھی طبقے یا مکتبہ فکر سے تعلق رکھتا ہو کیونکہ آپ (رحمتہ اللہ علیہ) اپنی نگاہ کرم سے بھانپ لیتے تھے کہ آنے والے کی احتیاج اور ضرورت کیا ہے پھر اس کے مطابق آپ (رحمتہ اللہ علیہ) اُس کی روحانی، اخلاقی اور ذہنی تربیت فرماتے- آپ (رحمتہ اللہ علیہ) کا آستانہ عالیہ آج بھی اخلاقی و روحانی تربیت کی عظیم درس گاہ کا درجہ رکھتی ہے جہاں انسانی زندگی کو قرآن و سنت کے عملی پیغام کے مطابق ڈھالنے کیلئے مختلف تدریسی و تربیتی شعبہ جات قائم کیے گئے ہیں-

☆☆☆

سُلطانُ الفقر

سُنتِ نبوی ﷺ کا عکسِ جمیل (حصہ پنجم)

مفتی محمد شیر القادری

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب ترین اور پسندیدہ دین، دینِ اسلام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے ہماری فتح و نصرت کیلئے ہمارے لئے پسند فرمایا ہے یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے ہر موڑ پر بنی نوع انسان کی ہدایت کے چراغ روشن کرتا ہے یہ سراپا رحمت اور خیر خواہی کا دین ہے- جس کی بنیادی تعلیم معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان امن و سلامتی، باہمی رواداری اور ہمدردی کے جذبے کو فروغ دینا ہے، یہ اپنے متبعین کو کبھی پریشان اور تنگی میں دیکھنا گوارہ نہیں کرتا بلکہ اپنے مبلغین کو حکم دیتا ہے کہ:

”یَسِّرُوا وَلاَ تُعَسِّرُوا،وَبَشِّرُوا،وَلاَ تُنَفِّرُوا“[1]

”آسانیاں پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو اور خوشخبریاں دو اور لوگوں کو متنفر نہ کرو“-

مزید بر آنکہ آدمی کو طاقت و قوت سے زیادہ مکلف بھی نہیں کرتا، جن کی گواہی قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

”لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا“[2]

”اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا“-

اس کے جملہ احکامات و فرمودات زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے لئے باعثِ رحمت اور اَمن و سلامتی اور صلح و آشتی کے ضامن ہیں، ایسے دینِ رحمت کو انتہاپسندی اور دہشتگردی کے ساتھ جوڑنا، ناانصافی اور حماقت ہوگی، یہ کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ جس کے خمیر میں ازل سے ہی الفت و محبت، اخوت و بھائی چارگی، عدل و انصاف، عفو و درگزر گوندی گئی ہو، جو اپنے تو اپنے بیگانوں کے ساتھ بھی برابری کا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہو، جو بغض و عداوت اور نفرت جیسی ناسور کی کھلے الفاظ میں مذمت کرتا ہو، جو سب کی جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کی ضمانت بھی فراہم کرتا ہو، جو انسان تو انسان حیوانوں کے ساتھ بھی الفت و محبت کی تعلم دیتا ہو بلکہ جانوروں کو ذبح کرتے وقت چھری کو تیز کرنے کا حکم بھی جاری کرتا ہو، جو حالت جنگ میں بھی بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر ہتھیار اُٹھانے کی اجازت نہ دیتا ہو، پھر اِس دین کی جملہ تعلیمات کا مقصد ہی انسداد جرم اور انسداد فتنہ ہو، ایسے سراپا رحمت اور سراپا شفقت دین کے خلاف پراپیگنڈہ کرنا، اُس کے خلاف مختلف قسم کے شکوک و شبہات پھیلانا با ایں مقصد کہ لوگ دین سے متنفر ہوجاہیں گے، دین کو چھوڑ دیں گے اور جب دین کے پیروکار نہیں رہیں گے تو یقیناً ایک نہ ایک دن یہ دنیا سے مٹ جائے گا- یہ دشمن کی بھُول ہے، یہ بات ذہن نشین رہے کہ جب دین عطا کرنے والا رحمٰن و رحیم ہو، دین سکھانے والا رحمۃ اللعالمین ہو اور دین سراپا امن و سلامتی کا مظہر ہو، اِس دین کے خمیر سے عداوت اور نفرت کیسے جنم لے سکتی ہے؟ جو ”لَاۤ اِکۡرَاهَ فِی الدِّیۡنِ“ کی شانِ رغبت و محبت کے ساتھ آیا ہو اور اپنے اختیار کرنے میں بھی کوئی زبردستی نہ رکھتا ہو تو بھلا وہ کیسے اپنے ماننے والوں کو انتہا پسندی اور دہشت گردی کی تعلیم دے گا؟

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب العلم)

[2] (البقرہ:286)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ دین اسلام کو بدنام کرنے سے دین کے عالمگیر اور آفاقی پیغام کو پھیلنے سے نہیں روکا جاسکتا، جو دین ”لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ“ کی شان سے عطا کیا گیا ہو، اُس کی طاقت و قوت کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا جس کی شان میں خالق کائنات نے یہ فرمایاہو:

”يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ“[3]

”یہ (منکرینِ حق) چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ (کی پھونکوں) سے بجھادیں، جب کہ اللہ اپنے نور کو پورا فرمانے والا ہے اگرچہ کافر کتنا ہی ناپسند کریں“-

کیا اُس دین کو ختم کیا جاسکتا ہے، جس کے بارے میں حضور نبی پاک (ﷺ) نے یہ فرمایاہو:

”لَا يَبْقَى عَلَى الْأَرْضِ بَيْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبَرٍ إِلَّا أَدْخَلَهُ اللّٰهُ الْإِسْلَامَ بِعِزِّ عَزِيْزٍ، أَوْ بِذُلِّ ذَلِيْلٍ“[4]

”روئے زمین پر موجود کوئی مکان یا خیمہ باقی نہیں رہے گا مگر اللہ تعالیٰ اس میں کلمۂ اسلام داخل فرمائے گا، عزت والے کو عزت عطا فرما کر یا پھر ذلیل کو ذلت و رسوائی دے کر“-

کیا اُس دین کا راستہ روکا جاسکتا ہے؟ یہ طے شدہ بات ہے کہ نہ اُس کو ختم کیا جاسکتا ہے اور نہ اُس کا راستہ روکا جاسکتا ہے-

یہی وجہ ہے کہ 1400 سال پرانا ہو کر بھی ہر لحہ ولحظہ ایک نئی شان اور نئی آن کے ساتھ تازہ دم ہو کر نمودار ہوتا ہے پہلے دن سے آخر تک اُس کے فیوض و برکات کے چشمے اُبلتے رہیں گے-”پیامِ مشرق“ میں حضرت علامہ اقبال نے اسلام کے تعارف میں دو بنیادی باتیں بیان فرمائی ہیں پہلی یہ کہ اسلام کا راستہ نہ کوئی روک سکا اور نہ کوئی روک سکے گا کہ یہ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ تمام بند و رکاوٹیں توڑتا ہوا، گھاٹیوں، وادیوں، پہاڑوں اور میدانوں سے گزرتا ہوا، تمام نشیب و فراز کو ہموار کرتا ہوا، بادشاہوں کے محلوں، چمن اور باغوں سے گزر گیا لیکن اسلام کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہ ٹھہر سکی- دُوسرا اِس سوچ کا رد کرتے ہوئے فرمایا جو کہتے ہیں ”میاں! دین تو 14 سو سال پرانا ہے اور دور جدید کے تقاضوں کا متقاضی کچھ اور ہے“- اقبال اِن کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”درہر زمان بہ تازہ رسید از کہن گذشت“

”اسلام تو ہر دور میں تازہ دم ہو کر آتا ہے نئے سے نیا ہو کر آتا ہے“-

پھر اقبال ایک راز کی بات بتاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ دینِ اسلام کی غیرت و حمیت، طاقت و قوت، جلال و جمال اور نور و فراست کے حصول کا ایک ہی راستہ ہے جس کے ذریعہ دین کی جملہ فیوض و برکات آدمی کے وجود میں منتقل ہو جاتی ہیں وہ راستہ اور ذریعہ ’ادب‘ ہے- فرماتے ہیں:

دین سراپا سوختن اندر طلب
انتہایش عشق و آغازش ادب

”اُس (اللہ) کی طلب میں جلنا سراپا دین ہے- اُس کی انتہا عشق اور اُس کی ابتداء ادب ہے“-

یہی وجہ ہے کہ دین اسلام ہر مقام پر ادب کا متقاضی ہے آپ کو اسلام کا کوئی ایک حکم بھی ایسا نہیں ملے گا جو ادب کا تقاضا نہ کرتا ہو-

آپ نماز کو دیکھ لیں اِس کے قیام کو دیکھیں، اِس کے رکوع کو دیکھیں، اِس کے سجود کو دیکھیں، نماز کا ہر ہر رکن ادب کی عملی تصویر ہے، حضور نبی کریم (ﷺ) نے نماز سے متعلق ارشاد فرمایا:

”إِنَّ الْمُصَلِّيَ يُنَاجِي رَبَّهُ فَلْيَعْلَمْ بِمَا يُنَاجِيهِ“

[3](الصف:8)

[4](صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: 6699)

"بے شک نمازی اللہ پاک سے مناجات کرتا ہے تو اُسے اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ وہ کس سے مناجات کر رہا ہے"۔

یہ اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ بارگاہِ الٰہی میں سراپا ادب بن کر حاضر ہو، تو معلوم ہوا کہ نماز سراپا ادب ہے، اسی طرح آپ روزہ کو دیکھ لیں سحری اور افطاری کے اُن اوقات کو چشمِ تصور میں لائیں کہ سب کچھ سامنے پڑا ہے مجال ہے اجازتِ شرعی سے پہلے ہاتھ اُٹھ جائے، روزہ ادب و فرمانبرداری کی انتہا ہے- اسی طرح آپ حج دیکھ لیں، احرام کو دیکھیں، تلبیہ دیکھیں:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ، لَا شَرِيْكَ لَكَ

اسی طرح بارگاہِ الٰہی میں حاضری سے متعلق قرآن کہتا ہے:

"وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ"[5]

"اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے"۔

بارگاہِ مصطفٰے (ﷺ) کے ادب سے متعلق قرآن کہتا ہے کہ:

"لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ"[6]

"(کسی بھی معاملے میں) اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے آگے نہ بڑھا کرو"۔

"لَا تَرْفَعُوْا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"[7]

"تم اپنی آوازوں کو نبیِ مکرم (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو"

"وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ"[8]

"اور اُن کے ساتھ اِس طرح بلند آواز سے بات (بھی) نہ کیا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز کے ساتھ کرتے ہو"۔

"لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا"[9]

"(اے مسلمانو!) تم رسول کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کی مثل قرار نہ دو"۔

"إِنَّ الَّذِيْنَ يُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ"[10]

"بے شک جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں ان میں سے اکثر (آپ کے بلند مقام و مرتبہ اور آدابِ تعظیم کی) سمجھ نہیں رکھتے"۔

اِن جملہ آیات کریمہ میں اہل ایمان کو بارگاہِ مصطفٰے کریم (ﷺ) کے آداب کی تعلیم دی جا رہی ہے- جب دین کا ہر پہلو آدمی سے ادب کا تقاضا کرتا ہے- تو اس کا مطلب ہے "الاسلام کله ادب" کہ اسلام سراپا ادب ہے اس لئے اس کے فیوض و برکات کے حصول کے راستہ و ذریعہ کو ادب قرار دیا گیا ہے- یہی وجہ تھی کہ ہمارے اسلاف نے ادب پہ زیادہ زور دیا ہے:

شیخ أبو عبد اللہ، شمس الدین المقدسی الحنبلی (المتوفی: 763ھ) "الآداب الشرعية" میں لکھتے ہیں:

حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

"تَأَدَّبُوْا، ثُمَّ تَعَلَّمُوْا"

"(پہلے) ادب سیکھو پھر علم سیکھو"۔

امام اجل حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی "الانوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية" میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت امام مالک (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا:

"یا محمد اجعل علمك ملحا وأدبك دقيقاً"

"اے محمد الشافعی! (اگر تم کچھ بننا چاہتے ہو) تو اپنے علم کو نمک اور ادب کو آٹے کی مانند کر لو"۔

---

[5] (البقرۃ:238)
[6] (الحجرات:1)
[7] (الحجرات:2)
[8] (الحجرات:2)
[9] (نور:63)
[10] (الحجرات:4)

مطلب یہ تھا کہ جتنی مقدار آٹے میں نمک کی ڈالی جاتی ہے، اتنی مقدار علم کی ہو اور جتنی مقدار آٹے کی ہوتی ہے، اتنی مقدار ادب کی ہو، تب جا کر اُس علم کا نور اور برکات آدمی کے وجود میں منتقل ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر پورا معاشرہ اس آدمی سے مستفیض ہوتا ہے-

حضرت امام ابو القاسم القشیری (رحمۃ اللہ علیہ) المتوفی:465ھ "رسالہ قشیریہ" میں لکھتے ہیں: حضرت عبد اللہ ابن مبارک (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

"ہم زیادہ علم حاصل کرنے کے مقابلے میں تھوڑے "ادب" کے زیادہ محتاج ہیں"-

امام شمس الدین المقدسی الحنبلی (المتوفی: 763ھ) "الآداب الشرعية" میں اور امام ابو العون محمد بن احمد بن سالم السفارینی الحنبلی (المتوفی:1188ھ) "غذاء الألباب فی شرح منظومة الآداب" میں امام احمد بن حنبل سے متعلق لکھتے ہیں:

"وَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ إِسْمَاعِيل سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ كَانَ يَجْتَمِعُ فِي مَجْلِسِ أَحْمَدَ زُهَاءُ عَلَى خَمْسَةِ آلَافٍ، أَوْ يَزِيدُونَ، أَقَلُّ مِنْ خَمْسِمِائَةٍ يَكْتُبُونَ، وَالْبَاقِي يَتَعَلَّمُونَ مِنْهُ حُسْنَ الْأَدَبِ وَحُسْنَ السَّمْتِ"

"حسین بن اسماعیل نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے باپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ امام احمد کی مجلس میں 5000 لوگ جمع ہوتے یا اس سے زیادہ اور 500 سے کم لکھتے، باقی حُسن ادب سیکھتے اور حُسن رائے سیکھتے"-

امام عبدالوہاب الشعرانی "الانوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية" میں لکھتے ہیں:

"سیدنا عبدالرحمن بن القاسم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام مالک کے سامنے 20 سال زانوئے تلمذ تہہ کیا یعنی شاگردی اختیار کی، اِس عرصہ میں انہوں نے مجھے 18 سال ادب سکھایا اور صرف 2 سال علم سکھایا- بعد ازاں میں پچھتانے لگا کہ کاش وہ 2 سال جو مَیں نے علم سیکھنے میں صرف کیے، وہ سال بھی مَیں ادب سیکھنے میں صرف کرتا"-

دین میں اَدب کی مقبولیت، پسندیدگی، اِس کے مبارک ہونے اور اِس کی اہمیت کا اندازہ اِس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ حضور نبی کریم، خاتم النبیین (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"أَدَّبَنِي رَبِّي فَأَحْسَنَ تَأْدِيبِي"

"مجھے میرے رب نے ادب سکھایا ہے پس میری تادیب احسن ہے"-

حضور نبی کریم (ﷺ) کی مکمل اتباع اور آپ کی سنت کی پیروی کے نتیجے میں یہ فیض آپ (ﷺ) کی اُمت کے اولیاء، صُوفیاء و عرفاء کو بھی نصیب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امام ابو القاسم القشیری (رحمۃ اللہ علیہ) المتوفی :465ھ رسالہ قشیریہ میں حضرت ذوالنون مصری (رحمۃ اللہ علیہ) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قَالَ ذو النون المصري: أدب العارف فَوْقَ كُل أدب، لأن معرفة مؤدب قلبه"

"حضرت ذون النون مصری (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: عارف کا ادب ہر ادب سے اوپر ہے اس لئے کہ معرفت ذات (اللہ عزوجل) اُس کے دل کو "ادب" سکھاتا ہے-

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) صوفیاء کرام سے متعلق فرماتے ہیں:

"فان جميع حركاتهم وسكناتهم، في ظاهرهم وباطنهم، مقتبسة من نور مشكاة النبوة"

"پس بے شک ان (صوفیاء) کی تمام حرکات و سکنات چاہے ظاہری ہوں، چاہے باطنی نورِ مشکاۃ نبوت سے ہی منور ہیں"-

جس سے یہ معلوم ہوا کہ صوفیاء کرام بارگاہِ صمدیت اور بارگاہِ رسالت کے ہی فیض یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتے ہیں-

اِنہی عرفاء اور صُوفیاء کی صف میں سے ایک مردِ حق اور مردِ خود آگاہ خانوادۂ سلطان العارفین حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہ کے عظیم چشم و چراغ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی قدس اللہ سرّہٗ کی ذات گرامی ہے- یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس اللہ سرّہٗ کی زندگی مبارک کا ہر ہر لمحہ کرامت تھی اور وہ یوں کہ آپ کی حیاتِ مبارکہ سنتِ نبوی (ﷺ) کا عملی نمونہ تھی،

اور اُمتی ہُونے کا حق بھی تب پُورا ہوتا ہے کہ انسان اپنے نبی کے اوصاف و خصائل کے سانچے میں ایسا ڈھلا ہوا ہو کہ امتی کو دیکھنے سے اُس کے نبی کی زیارت ہو جائے- یعنی دیکھنے والے کو بتانا نہ پڑے کہ میں تاجدارِ کائنات فخرِ موجودات احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) کا اُمتی ہوں- بلکہ دیکھنے والا خود پہچان جائے کہ یہ کس نبی کا امتی ہے؟ اور آپؒ کی قرآن و حدیث سے وابستگی کا یہ عالم تھا کہ آپ جب بھی گفتگو فرماتے وہ عین قرآن و سنت کے مطابق ہوتی- یہاں پر آپؒ کی زندگی مبارک کے چند آداب بیان کرتے ہیں تاکہ بات سند رہے-

عجز و نیاز اور ادب کا پیکر ہونا

آپؒ صرف عاجزی پسند ہی نہ تھے بلکہ عجز و نیاز اور ادب کے پیکر تھے- آپ نے اپنا تخلص بھی عاجز رکھا ہوا تھا آپ کا ہر قول و فعل، چلنا پھرنا، سونا، جاگنا، اٹھنا، بیٹھنا حتی کہ لوگوں کے ساتھ ملاقات کرنا، اُن سے مخاطب ہونا یہ سب عاجزی، وقار اور ادب کا آئینہ دار تھا- اِس عاجزی کا پسِ منظر یہ تھا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ"[11]

"اور لوگوں سے (غرور کے ساتھ) اپنا رخ نہ پھیر اور زمین پر اکڑ کر مت چل، بے شک اللہ ہر متکبر، اِترا کر چلنے والے کو ناپسند فرماتا ہے"-

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی صفات یوں بیان فرمائی ہیں:

"وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا"[12]

"اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہو جاتے) ہیں"-

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَبْغِيَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ، وَلَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ"[13]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ تم عاجزی کرو اور کوئی کسی پر سرکشی اور فخر نہ کرے"-

اولاد کو ادب سکھانا

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے شہزادوں کو ادب سکھانے کے حوالے سے جب کوئی معمولی سے معمولی بات سمجھا رہے ہوتے (جس کی عام آدمی کی نظر میں کوئی اہمیت نہ ہوتی اور نہ وہ اُس کی طرف کوئی توجہ دیتا ہے) تو اتنی سنجیدگی سے لیتے یوں محسوس ہوتا کہ آپ اُن کو کسی بڑی مہم کے لئے تیار فرما رہے ہیں اور فرمایا کرتے کہ اولاد کو اچھی تربیت دینا اور ادب سکھانا یہ والدین پر بنیادی حق ہے- دراصل اس کا پس منظر یہ تھا:

امام بخاری، صحیح البخاری میں "قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ" [التحریم:6] کی تفسیر میں حضرت مجاہد (رضی اللہ عنہ) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وَقَالَ مُجَاهِدٌ: أَوْصُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ بِتَقْوَى اللهِ وَأَدِّبُوهُمْ"

"اور حضرت مجاہد (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو اللہ پاک سے ڈرنے کی وصیت کرو اور انہیں ادب سکھاؤ"-

امام ابن جریر أبو جعفر الطبری (المتوفی: 310ھ) اِسی آیت "قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا" کی تفسیر میں مولائے کائنات حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أَدِّبُوهُمْ، عَلِّمُوهُمْ"

"انہیں (اہل و عیال کو) ادب سکھاؤ اور ان کو تعلیم دو"-

[11] (لقمان:18)
[12] (الفرقان:63)
[13] (الأدب المفرد، باب المستبان)

رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا مِنْ نَحْلٍ أَفْضَلَ مِنْ أَدَبٍ حَسَنٍ"[14]

"والد کا بیٹے کو عطیہ دینا اچھا ادب سکھانے سے افضل نہیں ہے"-

آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"لَأَنْ يُؤَدِّبَ الرَّجُلُ وَلَدَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ"[15]

"مرد کا اپنے بیٹے کو ادب سکھانا ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے"-

شیخ الاسلام امام ابن حجر ہیتمی (المتوفی:974ھ) "فتاوی حدیثیہ" اور امام جلال الدین سیوطی "الجامع الصغیر" میں لکھتے ہیں:

حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) روایت بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى خِصَالٍ ثَلَاثٍ"

"اپنی اولادوں کو تین چیزوں کا ادب سکھاؤ"

1- "عَلَى حُبِّ نَبِيِّكُمْ"

"اپنے نبی (ﷺ) کی محبت"

2- وَحُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ

"آپ (ﷺ) کی اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت"

3- "وَعَلَى قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ"

"اور تلاوتِ قرآن کی محبت"

یہی وجہ تھی کہ شہزادوں کو تجوید و قرأت کے ساتھ قرآن مجید پڑھانے کیلئے ایک انتہائی قابل ترین قاری صاحب ہر وقت موجود رہتے اور بچوں کے دل و دماغ میں محبتِ رسول (ﷺ) کو راسخ کرنے کیلئے اکثر و بیشتر حضور نبی کریم (ﷺ) کا حُلیہ مبارک اور اوصاف و کمالات اُن کے سامنے بیان فرماتے رہتے-

اہل بیت اور صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی محبت اور اُن سے ہمیشہ کی وابستگی کے فروغ کے لئے اُن کی جرأت و بہادری، اُن کے جنگی فاتحانہ کارناموں اور آپ (ﷺ) پر سب کچھ وار دینے کے واقعات کا تذکرہ فرماتے رہتے- آپ کے ایک ایک کام کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے جیسا کہ ایک بہت بڑے ذخیرۂ حدیث کے عملی انوار آپ میں چمکتے تھے-

بوڑھوں کا ادب کرنا

آپ میں یہ کمال درجے کا وصف تھا کہ ہر ملنے والے کے ساتھ انتہائی خوش اسلوبی کے ساتھ ملاقات فرماتے اور پوری توجہ کے ساتھ اُن سے مخاطب ہوتے اور جب کوئی بزرگ آپؒ کی زیارت کیلئے حاضر ہوتا تو آپؒ انتہائی ادب و احترام سے حال احوال پوچھتے- کئی دفعہ ایسا دیکھنے کو ملا کہ بوڑھا آتا، وہ آپؒ کو راستہ میں روکتا، آپؒ رکتے اور جب تک اُس کی بات مکمل نہ ہوتی آپ ٹھہرے رہتے، چاہے آپؒ کتنی ہی ایمرجنسی میں کیوں نہ جا رہے ہوں-

دراصل اِس کا پس منظر یہ تھا:

حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"كَبِّرِ الْكُبْرَ"[16]

"بڑے کے مرتبے اور عزت کا خیال رکھو"-

سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا کہ:

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَيُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا"[17]

"وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پہ رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی توقیر نہ کرے"-

حضرت ابو موسیٰ اشعری (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم (ﷺ) نے فرمایا:

"إِنَّ مِنْ إِجْلَالِ اللهِ إِكْرَامَ ذِي الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ وَ حَامِلِ الْقُرْآنِ غَيْرِ الْغَالِي فِيهِ وَ الْجَافِي عَنْهُ وَإِكْرَامَ ذِي السُّلْطَانِ الْمُقْسِطِ"[18]

---

14 (سنن ترمذی، باب ما جاء في أدب الولد)

15 (ایضاً)

16 (صحیح البخاری، کتاب الادب)

17 (مسند أحمد بن حنبل)

18 (سنن أبي داود، کتاب الادب)

’’بے شک بوڑھے مسلمان کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا حصہ ہے اور (اسی طرح) قرآن مجید کے عالم کی جو اس میں تجاوز نہ کرتا ہو اور اس بادشاہ کی تعظیم جو انصاف کرتا ہو- (ان تینوں کی تعظیم کرنا اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا ایک حصہ ہے-)

حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

’’اَبْغُوْنِیْ ضُعَفَاءَکُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ‘‘[19]

’’مجھے اپنے ضعیف لوگوں میں تلاش کرو کیونکہ ضعیف لوگوں کے سبب تمہیں رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے‘‘-

شیخ و مرشد کی بارگاہ کا ادب

یوں تو آپؒ کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو ادب و انکساری کا آئینہ دار تھا لیکن جہاں تک آپؒ کا شیخ سے ادب کا تعلق تھا یہ ایک حیرت انگیز پہلو ہے- آپ کے شیخ و مرشد آپ کے والد گرامی شہبازِ عارفاں سلطان الاولیاء حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) تھے جو ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے اور ان کی پیدائش سے تقریباً ایک صدی قبل حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھوؒ نے اپنے خانوادہ کے اولیاء کو اِن کا نام مبارک بتا دیا تھا- حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ نے گھر میں رہتے ہوئے بھی کبھی اپنے شیخ کی طرف پیٹھ نہیں کی، شیخ کی بارگاہ میں کبھی اونچا نہیں بولے، عام طور پر گفتگو میں شیخ کے نام مبارک سے پہلے اپنا نام نہ لیتے، کبھی اپنی ذات کیلئے سوال نہیں کیا، کبھی شیخ سے پہلے سوئے نہیں، کبھی شیخ سے پہلے کھانا نہیں کھایا، کبھی شیخ کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار نہیں کیا، بس راضی برضا رہتے اور شیخ کے حکم کے منتظر رہتے- مرشد کریم کے وصال مبارک کے بعد بھی تاحیات مزار شریف کی طرف پیٹھ نہیں کی، سفر میں بھی مزار شریف کی طرف پاؤں مبارک پھیلا کر کبھی نہ سوئے- دراصل اس کا پس منظر یہ تھا- صحابہ کرام جو اپنے شیخ و مرشد حضور نبی کریم (ﷺ) کی بارگاہ مبارک میں ادب کو بجالاتے-

حافظ عماد الدین ابن کثیر تفسیر ابن کثیر اور امام جلال الدین سیوطی تفسیر در منثور میں لکھتے ہیں کہ اِس آیت کریمہ ’’لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ‘‘ کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) جب حضور نبی کریم (ﷺ) کے پاس کلام کرتے، یعنی اپنے مرشد کی بارگاہ میں کلام کرتے تو وہ کسی کو سنائی نہ دیتا تھا یہاں تک کہ اُن سے اِس کے بارے میں پوچھا جاتا اور اِسی طرح حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) آپ (ﷺ) سے سرگوشی کرنے والے کی طرح سرگوشی کرتے-

حضرت عثمان بن عفان (رضی اللہ عنہ) نے قُباث بن اشیم سے پوچھا جو بنی یعمر بن لیث کے بھائی تھے-

’’أَأَنْتَ أَكْبَرُ أَمْ رَسُولُ اللّٰهِ (ﷺ)؟‘‘

’’کیا آپ بڑے ہیں یا حضور نبی اکرم (ﷺ)؟‘‘

’’فَقَالَ: رَسُولُ اللّٰهِ (ﷺ) أَكْبَرُ مِنِّي وَأَنَا أَقْدَمُ مِنْهُ فِي الْمِيلَادِ‘‘[20]

’’کہنے لگے رسول اللہ (ﷺ) مجھ سے بڑے ہیں اور میری تو فقط ولادت پہلے ہوئی ہے‘‘-

حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) کو یمن بھیجتے وقت حضور نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ فیصلہ کیسے کرو گے- تو انہوں نے عرض کی ’’بكتاب الله‘‘ کہ کتاب اللہ کے ساتھ- پھر آپ (ﷺ) فرمایا: ’’فإن لم تجد؟‘‘ کہ اگر اس میں نہ پاؤ تو؟ عرض کی: ’’بسنة رسول الله‘‘ سنت رسول (ﷺ) کے ساتھ، پھر آپ (ﷺ) فرمایا ’’فإن لم تجد؟‘‘ کہ اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کی أجتهد رأيي میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا- ’’فضرب في صدره‘‘ آپ (ﷺ) نے ان کے سینے پر ہاتھ مارا اور کہا کہ:

’’الحمد لله الذي وفق رسولَ رسولِ الله لما يرضى رسول الله‘‘

’’تمام تعریفیں اُس رب کی ہیں جس نے اپنے رسول (ﷺ) کے نمائندے کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی ہے‘‘-

[19] (سنن الترمذی، کتاب الجہاد)

[20] (سنن الترمذی، کتاب المناقب)

علامہ ابن کثیر اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ حضرت معاذ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی رائے اور اجتہاد کو کتاب وسنت کے بعد رکھا اگر وہ اپنے اجتہاد کو پہلے رکھتے تو یہ بھی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے سبقت ہوتی۔ (لیکن یہ صحابیٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تھے کیسے ہو سکتا تھا کہ اپنا نام پہلے لیتے۔

اس لئے مرید پر، طالب پر اور سالک پر لازم ہے کہ ہر مقام پر شیخ کو اور شیخ کے فیصلے کو ترجیح دے بلکہ شیخ کے سامنے اپنی ہستی کو ختم کر دے اس لئے حاشیہ جلالین شریف میں فرمایا گیا ہے کہ:

”فَاِنَّ الْمُرِیْدَ مَنْ یَّفْنِیْ اِرَادَتُهٗ فِیْ اِرَادَةِ الشَّیْخِ فَمَنْ عَمِلَ بِرَأْیِهٖ اَمْرًا فَهُوَ لَیْسَ بِمُرِیْدٍ“[21]

”بیشک مرید وہ ہے جو اپنے ارادے کو اپنے شیخ کے ارادے میں فنا کر دے اور جو مرید اپنی رائے کے ساتھ کسی کام پر عمل کرتا ہے پس وہ مرید نہیں“۔

کیونکہ یہ ایک مسلمہ اصول ہے کہ:

”ما وصل من وصل الا بالحرمة وما سقط من سقط الا بترك الحرمة“

”جس نے جو کچھ پایا ادب واحترام کرنے کی وجہ سے پایا اور جس نے جو کچھ کھویا ادب واحترام نہ کرنے کے سبب ہی کھویا“۔

اس لئے ادب سیکھنا اتنا ضروری ہے کہ اگر اپنے علاقے میں سیکھانے والا کوئی نہ ہو تو دور دراز کے علاقوں میں سفر کر کے بھی اس کا سیکھنا ضروری ہے۔ اسی حوالے سے امام اجل حضرت امام عبد الوہاب الشعرانی ”الانوار القدسية فی معرفة قواعد الصوفية“ میں لکھتے ہیں:

”ومن شأنه إذا لم يجد أحدا يتأدب به فی بلده من الشيوخ يهاجر من بلده إلى من هو منصوب لإرشاد المريدين فی ذلك الزمان ولو كان بينه وبينه مسيرة سنة وأكثر“

”اور مرید کے آداب میں سے یہ بات بھی ہے کہ اگر وہ اپنے شہر میں کسی شیخ کو نہ پائے جس سے ادب سیکھے تو اپنے شہر سے اس شیخ کے پاس چلا جائے جو اس زمانے میں مریدین کی ہدایت کیلئے مقرر ہے اگرچہ ان دونوں کے درمیان ایک سال یا اس سے زیادہ مدت کی مسافت ہو“۔

ادب اس لئے ضروری ہے کہ عمل کی کمزوری آدمی کو گناہ گار بنا دیتی ہے لیکن ادب کی کمزوری وبال جان اور وبال ایمان بن سکتی ہے۔

بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کے تربیت یافتہ شہزادگان جو عجز وانکساری اور ادب کے پیکر اور اپنے والد و شیخ کا عملی نمونہ ہیں جنہوں نے نوجوان نسل کی تربیت اور ان کی زندگیوں میں ادب وانکساری کا رنگ بھرنے کیلئے طول وعرض میں مختلف پلیٹ فارمز اور مراکز قائم فرمائے ہیں۔ آیئے اور پایئے!

☆☆☆

[21] (حاشیہ تفسیر جلالین، ص: 211، اسلامی کتب خانہ)

خانقاہوں پہ مدارس کا قیام

مفتی محمد منظور حسین

جب بھی بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا طالب بن کر کسی ولی اللہ فقیر کے پاس آجاتا ہے تو وہ طالب اللہ کو ”سیر الی اللہ“ کے ساتھ ساتھ ”سیر فی اللہ“ کے جلوؤں سے سرشار کرتا ہے اور دنیا و مافیہا کی منازل طے کراتا ہے جس سے طالب اللہ غیر ماسویٰ اللہ کو چھوڑ کر ذاتِ حق تعالیٰ کے نور کا مشاہدہ کرتے ہوئے وہ سرور و لذات محسوس کرتا ہے جس میں کشف و کرامات اور دوزخ و جنت سے بیگانگی سی محسوس ہونے لگتی ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذّتِ آشنائی

انہی نفوسِ قدسیہ نے اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کو انسان کے ظاہر و باطن میں اجاگر کروانے، آدمی کے ظاہر و باطن کو پاک کرنے اور انسانی رشتہ و ناطہ کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے جوڑنے کیلئے قرآن و سنت کی روشنی میں بنی آدم پر واضح فرمایا کہ اللہ ربّ العزت نے انسان کو بشریت اور روحانیت کا مرکب بنایا اور آدمی کی ظاہری و باطنی پاکیزگی کیلئے دو علوم عطا فرمائے (علمِ شریعت اور علمِ تصوف) جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا“[1]

”اور ہم نے اسے علمِ لدنی سکھایا“۔

امام بغویؒ اس آیت کی شرح میں فرماتے ہیں:

”ای علم الباطن الهاما“[2]

”یعنی اسرار و معرفت کا الہامی علم“

ایک اور مقام پر ”وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا“ کی تفسیر علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

”علمناه من لدنا علما وهو علم معرفته ذاته و صفاته لا يعلمه الا بتعليمه اياه“[3]

”اس علمِ لدنی سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی معرفت و پہچان کا علم ہے جس کو کوئی بھی نہیں جانتا مگر جس کو اللہ تعالیٰ اس علم کی تعلیم عطا کرے“۔

مزید اس آیت کی شرح میں علامہ ابی العباس احمد بن محمد بن عجیبہ الحسنی رقم طراز ہیں:

”العلم الدنى هو الذى يفيض على القلب من غير اكتساب ولا تعلم“[4]

”علم لدنی جو دل پر وارد ہوتا ہے بغیر کسی اکتساب اور درس و تدریس کے“۔

قرآن مجید کی رو سے معلوم ہوا کہ علمِ ظاہر کے ساتھ ایک دوسرا علمِ باطن بھی ہے جسے علمِ تصوف کہتے ہیں جس کی تعلیم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو باقاعدگی سے عطا فرمائی۔

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دورِ مبارک میں مدارس کا قیام و علم تصوف:

آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو دونوں علوم سے مزین فرمایا علم شریعت سے ان کے ظاہر کو پاک فرمایا اور علم باطن سے ان کے باطن کا تزکیہ فرمایا اور صحابہ

[1] (الکہف:65)

[2] (تفسیر بغوی، ج:3، ص:144، دارالکتب العلمیہ بیروت)

[3] (تفسیر روح البیان، ج:5، ص:272، دارالکتب العلمیہ)

[4] (تفسیر بحر المدید فی تفسیر القرآن المجید، ج:4، ص:179، دارالکتب العلمیہ بیروت)

کرام کی تعلیم و تربیت کا آغاز آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے مسجد نبوی میں فرمایا جہاں پر صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) جمع ہو کر علم سیکھا کرتے تھے اور ایک خاص مقام کو منتخب فرمایا جس کو صفہ سے تعبیر فرمایا اور اس میں دین سیکھنے والے فقراء کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جہاں پر حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے غلاموں کا ظاہراً و باطناً تزکیہ نفس فرماتے تھے- حضور علیہ السلام نے دو مقامات کو علم کی تجلی گاہ بنایا ایک مسجد (مسجد نبوی) اور دوسرا مقام (مقام صفہ) تھا- مسجد نبوی کی ایک جانب چبوترا یا صاحبان تھا جس میں فقراء و مساکین صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) پناہ گزین تھے اور علم دین حاصل کرتے تھے- جس کو ہم اپنی زبان میں مدرسہ، یونیورسٹی، اسکول کہہ سکتے ہیں جو آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی خانقاہ مبارک کے ساتھ متصل تھا- یہ وہ پہلی عظیم اور پاکیزہ درسگاہ تھی جہاں سے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے اپنی نگاہ نبوت سے امت کے لیے ہدایت کے چراغ عطا فرما دیئے اور ان نفوس قدسیہ کی تعداد جو صفہ میں قیام پذیر تھے- ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد آٹھ بیان فرمائی-[5] ایک روایت کے مطابق 70 بیان فرمائی-[6] ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد 700 بیان فرمائی-[7]

جب ان صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی طہارت قلبی، پاکیزگی اور تزکیہ نفس کی خوشبو پھیل گئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو قرآن کریم میں حکم فرمایا:

"وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ"[8]

"اے حبیب مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اپنے آپ کو ان لوگوں میں روکے رکھیے جو صبح شام اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنے رب کی رضا چاہتے ہیں"-

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک کو ان لوگوں میں ٹھہرنے کا حکم دیا کہ جن کی زبان اللہ کے ذکر سے معطر تھی اور دل اللہ اور اس کے حبیب کے عشق سے لبریز تھے اور وہ لوگ کون تھے جن کے بارے میں صحابی رسول فرماتے ہیں:

"قال عبد الرحمن بن ابوبکر کان اصحاب الصفه "الفقراء""[9]

"صحابی رسول حضرت عبد الرحمن بن ابو بکر فرماتے ہیں یہی اصحاب صفہ عام لوگ نہیں تھے بلکہ وہ فقراء تھے جن کے سینے فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے سرشار تھے"-

امام احمد بن محمد بن مہدی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ فقراء ہیں جو میرے جمال کے عاشق ہیں میرے جلال کا اشتیاق رکھتے ہیں یہ فقراء اس حال کے مالک ہیں جو ہر وقت کسی اور چیز کا سوال نہیں کرتے، کسی اور چیز کی طلب نہیں رکھتے بلکہ ان کی چاہت اور طلب اس بات کی ہوتی ہے کہ اُن کو کب میری ذات کریمہ کی ملاقات نصیب ہو گی- وہ فقراء اس بات کا ارادہ رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروں کے ساتھ میرے وصال اور میرے قرب کی جانب پرواز کرتے رہیں- اے حبیب وہ فقراء آپ کی صحبت کی وجہ سے مقامِ وصال و مقامِ قرب سے سیراب ہوتے ہیں- اے حبیب مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) آپ کو دیکھنے کی وجہ سے ان کو جمال خدا کی رویت نصیب ہوئی ہے-[10]

حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے بالعموم تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی تعلیم و تربیت فرمائی لیکن بالخصوص اصحاب صفہ کو وہ خاص مقام حاصل تھا جو حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی درس گاہ مبارک میں ہر وقت اللہ اور اس کے حبیب کے عشق میں فناء رہتے تھے ان کا مقصود فقط حصولِ جنت نہ تھا اور نہ دوزخ سے نجات تھی بلکہ خالصتاً اللہ کی رضا تھی جب ان کی طلب انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب ان کے درمیان ٹھہر جایئے تاکہ وہ رخ مصطفٰے (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو دیکھ کر ذات خدا کا مشاہدہ کر لیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اسی وصف کو یوں بیان فرمایا:

---

[5] (سیرت ابن ہشام)
[6] (بخاری شریف، کتاب الصلاۃ)
[7] (البحر المدید، ج:4، ص:156)
[8] (الکہف:28)
[9] (بخاری شریف، کتاب الصلاۃ)
[10] (البحر المدید)

"كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَيُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ"[11]

"جیسا کہ ہم نے رسول کو بھیجا تم میں سے وہ تمہارے اوپر ہماری آیات پڑھتے ہیں اور تمہارا تزکیہ نفس کرتے ہیں اور وہ تمہیں کتاب (القرآن) کا علم سکھاتے ہیں اور حکمت اور وہ تمہیں ان چیزوں کا علم سکھاتے ہیں جسے تم جانتے نہیں تھے"۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم (ﷺ) کے چار اوصاف کو بیان فرمایا:

1. آیت کی تلاوت کرنا
2. تزکیہ نفس فرمانا
3. کتاب وحکمت سکھانا
4. ان چیزوں کو سکھانا جنہیں وہ نہیں جانتے تھے۔

قرآن کریم کے ذریعے سے ان کے ظاہر کو درست فرمایا اور اپنی نگاہ نبوت سے ان کے باطن کا تزکیہ فرمایا کیونکہ پاکی فقط اعمال سے نہیں ملتی بلکہ طہارت و تزکیہ کا تعلق نگاہ مصطفیٰ کریم (ﷺ) سے ہے اور کتاب و حکمت سے مراد آقا کریم (ﷺ) کا علم باطن عطا فرمانا تھا جس سے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے سینوں کو نور الٰہی سے منور فرمایا۔

جس کی دلیل ہمیں احادیث مبارکہ سے یوں ملتی ہے:

"عَنۡ عَبۡدِ اللهِ بۡنِ عُمَرَ، أَنَّ ابۡنَ عُمَرَ، قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُولَ اللهِ (ﷺ)، قَالَ: بَيۡنَا أَنَا نَائِمٌ، أُتِيتُ بِقَدَحِ لَبَنٍ فَشَرِبۡتُ حَتَّى إِنِّي لَأَرَى الرِّيَّ يَخۡرُجُ فِي أَظۡفَارِي، ثُمَّ أَعۡطَيۡتُ فَضۡلِي عُمَرَ بۡنَ الخَطَّابِ، قَالُوا: فَمَا أَوَّلۡتَهُ يَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: العِلۡمَ"[12]

"ابن عمر (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ (ﷺ) سے سنا فرماتے ہیں میں حالت نوم میں تھا کہ مجھ پر دودھ کا پیالہ پیش کیا گیا پس میں نے اسے پیا یہاں تک کے میں نے ایک چشمہ دیکھا وہ میرے ناخنوں سے نکلا پھر میں نے دودھ کا پیالہ عمر بن خطاب کو عطا کیا تو صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ (ﷺ) اس کی تاویل کیا ہے۔ فرمایا: "علم"۔

اس حدیث پاک سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کو نیند مبارک میں دودھ کی صورت میں علم عطا فرمایا، وہ دودھ اتنا وافر تھا جس کو حضور علیہ السلام نے چشمہ کی صورت میں دیکھا گویا کہ حضور علیہ السلام کو وافر مقدار میں علم عطا فرمایا جس سے حضور علیہ السلام نے اپنے تمام صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے سینوں میں منتقل فرمایا۔ یہ فقط علم ظاہر ہی نہیں تھا بلکہ علم باطن بھی عطا فرمادیا تو نتیجتاً صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دل انوار الٰہی کا مرکز بن گئے۔

دوسری روایت میں ہے سیدنا ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"حفظت من رسول الله (ﷺ) وعائين فاما احدهما فبثثته، واما الآخر فلو بثثته قطع هذا البلعوم"[13]

"میں نے دو طرح کا علم حضور علیہ السلام سے یاد کیا، ایک وہ ہے جو میں نے پھیلا دیا اور دوسرا علم وہ ہے اگر اس کو ظاہر کرتا تو میرا گلا کاٹ دیا جاتا"۔

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں علامہ بدرالدین عینی فرماتے ہیں:

"قالت المتصوفة: المراد بالاوّل: علم الأحكام و الأخلاق و بالثاني: علم الأسرار، المصئون عن الأغيار، المختص بالعلماء بالله من أهل العرفان"

"اہل تصوف کہتے ہیں کہ اوّل علم سے مراد علم الاحکام اور اخلاق ہے اور دوسرے علم سے مراد اللہ تعالیٰ کے اسرار و رموز کا علم ہے جو اغیار سے محفوظ ہے اور علماءِ باللہ اہل عرفان کے ساتھ خاص ہے"۔

[11] (البقرہ:151)

[12] (صحیح بخاری، کتاب العلم)

[13] (صحیح بخاری، کتاب العلم)

"و قال آخرون منهم: العلم المكنون و السر المصئون علمنا ،وهونتيجة الخدمة و ثمرة الحكمة ،لايظفر بها إلا الغواصون فى بحار المجاهدات، و لا يسعدبها إلا المصطفون بأنوار المجاهدات والمشاهدات"[14]

"اور ان میں سے دوسروں نے کہا اس سے مراد مخفی علم ہے اور وہ راز ہے جو محفوظ ہے اور یہ علم (مقربین کی) خدمت کا نتیجہ اور حکمت کا ثمرہ ہوتا ہے- یہ انہی کو حاصل ہوتا ہے جو مجاہدات کے سمندروں میں غواصی کرتے ہیں اور یہ انہی پر منکشف ہوتا ہے جن کے دل مجاہدات و مشاہدات کے انوار سے روشن ہوتے ہیں"-

اس حدیث کی شرح میں علامہ ملا علی القاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"فأما أحدهما وهو علم الظاهر من الأحكام والأخلاق (وأما الاخر) وهو علم الباطن"[15]

"پس ان میں سے ایک علم ظاہر احکام و اخلاق سے متعلق ہے اور دوسرا علم باطن ہے"-

ان دونوں علوم کی تائید میں حضرت امام حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہ) ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں:

"العلم علمان، فعلم فى القلب فذاك العلم النافع، وعلم على اللسان فذاك حجة الله عزوجل على ابن آدم - رواه الدارمى"[16]

"علم کی دو اقسام ہیں پس ایک علم قلبِ آدمی سے تعلق رکھتا ہے یہی علم نافع ہے اور دوسرے علم کا تعلق زبان سے ہے پس جو اولادِ آدم پر حجت ہے"-

ان دونوں علوم کی تعلیم و تلقین دیتے ہوئے امام مالکؒ ارشاد فرماتے ہیں:

"من تفقه ولم يتصوف فقد تفسق، ومن تصوف ولم يتفقه فقد تزندق، ومن جمع بينهما فقد تحقق"

"جس نے علم فقہ حاصل کیا اور علم تصوف کو چھوڑ دیا اس نے فسق کیا اور جس نے علم تصوف کو سیکھا اور فقہ کو بھلا دیا وہ گمراہ ہو گیا اور جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ کامیاب ہو گیا"-

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ علم دو طرح کا تھا ایک وہ جو حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) نے لوگوں کو بیان کیا جن میں شرعی احکام و مسائل کا علم تھا اور دوسرا علم وہ تھا جو آپ کو نگاہ نبوت سے عطا ہوا تھا اگر وہ ان پر بیان کرتے جو اسرار معرفت اور معرفت الٰہی سے مرقع نہیں تھے تو وہ لوگ آپ کی گردن مبارک جدا کر دیتے- کیونکہ وہ علم باطن تھا اور علم باطن ہوتا ہی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے مقربین اور صالحین کو عطا فرماتا ہے اور قیامت تک یہ علم عطا فرماتا رہے گا-

یہ کمال حضور علیہ السلام کی اس عظیم درسگاہ کا تھا جس میں وہ فقراء شامل تھے جس کے واصل مع اللہ ہونے کی اور ذاکر اللہ ہونے کی تصدیق قرآن مجید میں بیان فرمائی اور یہی اس خانقاہ سے متصل درسگاہ کی ذمہ داری تھی اور یہی فریضہ ایک خانقاہ کا ہونا چاہئے جو بندہ مؤمن بھی علم دین سیکھے تو اس کے اندر علم ظاہر یعنی شریعت کا علم بھی ہو اور علم باطن بھی موجود ہو جو حضور علیہ السلام نے اپنے غلاموں کو عطاء فرمایا اور یہ سلسلہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دور مبارک کے بعد بھی جاری رہا، ایسی خانقاہیں جہاں پر دونوں علم موجود تھے وہاں سے علم کا فیض مدارس کی صورت میں منتقل ہوتا رہا-

دورِ نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد خانقاہوں پر مدارس اور علمی معیار:

اسی طرح تابعین کے دور میں بھی علوم ظاہرہ و باطنہ کا فیض حضرت امام جعفر صادق (رضی اللہ عنہ) کی خانقاہ سے جاری رہا جہاں سے سیر اب ہونے والے مشہور صوفی و فقیہ جن کو زمانہ امام اعظم ابو حنیفہ کے نام سے یاد کرتا ہے، جن کے وجود مبارک سے علمِ حق و معرفت کا چشمہ پھوٹا جس سے آج تک تمام عرب و عجم سرشار ہو رہا ہے اور حضرت امام جعفر صادق (رحمۃ اللہ علیہ) کی صحبت سے حقیقت و معرفت حاصل کرنے کے بعد فرمایا:

---

[14](عمدة القاری شرح صحیح البخاری: ج:2، ص:276، دار احیاء التراث العربی)

[15](مرقاة شرح مشکوة، ج:1، ص:794، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

[16](مشکوة المصابیح، کتاب العلم، ص:38، قدیمی کتب خانہ کراچی)

"لولا السنتان لھلك النعمان"[17]

"اگر میرے دو سال تحصیل کمالات باطنیہ میں صرف نہ ہوتے تو ابو حنیفہ نعمان بن ثابت (رحمۃ اللہ علیہ) ہلاک ہو جاتا"۔

لہٰذا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کا سبب ہی علم تصوف اور روحانیت ہے اور دیگر ائمہ فقہاء بھی اپنے شیوخ کی خانقاہوں سے فیض حاصل کر کے فریضۂ تبلیغ دین ادا کرتے رہے۔ اس کے بعد حضرت امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی علمی و روحانی شخصیت کو دیکھا جائے تو آپ نے بھی اپنے شیخ کی خانقاہ سے تمام تر علوم روحانیہ کی منازل کو بتدریج حکمِ شیخ طے کیا۔ جب آپ کا سینہ معرفت الٰہیہ سے روشن و منور ہو گیا تو آپ نے فرمایا:

"انی علمت یقیناً ان الصوفیة ھم السابقون بطریق اللہ تعالیٰ خاصة وان طریقھم اصوب الطرق واخلاقھم اذکی الاخلاق"[18]

"میں تمام تر علوم ظاہرہ و روحانیہ حاصل کرنے کے بعد اس نہج اور اس نتیجہ پہ پہنچا ہوں کہ بیشک صوفیہ کرام کی ہی وہ عظیم جماعت ہے جو اللہ کے راستے صراط مستقیم پر سبقت لے گئی ہے اگر دنیا میں اچھا اور درست طریق ہے تو وہ صوفیاء کا ہے اگر کسی کا اخلاق اعلیٰ ہے تو وہ بھی صوفیاء کرام کی ذوات قدسیہ ہیں"۔

اسی طرح محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ مبارک سے رسول اللہ (ﷺ) کے منہج سے قرآن و سنت کا فیض عام ہوتا رہا جس سے ہزاروں طالبان مولا کے سینے نورِ الٰہی سے روشن ہوئے اور آپ کے مدرسۂ قادریہ سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد سے فقط علماء ہی نہیں بلکہ صوفی باصفا ولی کامل فراغت حاصل کرتے رہے۔ آپ کا حلقہ علم بالعموم مخلوق خدا اور بالخصوص واصلان خدا اور طالبان مولی کیلئے ہدایت کا سرچشمہ تھا آپ کی خانقاہ سے متصل مدرسہ قادریہ آج بھی موجود ہے۔

ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (رحمۃ اللہ علیہ) کی خانقاہ مبارک سے علوم کا فیضان جاری رہا اور آپ نے علوم شریعہ و روحانیہ کے حصول کی خاطر سمرقند، بخارا اور عراق میں متعدد علماء و صوفیاء سے علمی منازل طے فرمائیں اور بالخصوص آپ نے شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں 5 ماہ 7 دن طلبِ الٰہی کو سیر فرمایا:

"آپ کی خانقاہ سے فیض یاب ہونے والے لوگوں نے علم و عمل کے ساتھ ساتھ طریقت کی راہوں کو ہموار کیا"۔[19]

اسی طرح اگر سلسلہ نقشبندیہ کے بانی سیدنا حضرت شیخ بہاؤ الدین محمد بن محمد بخاری نقش بندی (رحمۃ اللہ علیہ) کی حیات کا بغور مطالعہ کیا جائے کہ جنہوں نے اپنے شیخ کامل حضرت خواجہ بابا سماسی (رحمۃ اللہ علیہ) سے تعلیم و تربیت اور علوم شریعہ میں مہارت تامہ حاصل کی اور آپ نے ظاہری و باطنی تعلیم حاصل کرنے اور تزکیہ نفس کی فراغت کے بعد مسند تلقین و ارشاد کو سنبھالا اور آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے کم و بیش 30 سال مخلوق خدا کا رابطہ اللہ جل جلالہ کے ساتھ قائم فرمایا اور مخلوق خدا کی اصلاح کرتے رہے اور آپ ہمیشہ فقراء کی تائید کرتے اور فرماتے کہ ہم نے جو کچھ بھی حاصل کیا محبت فقر و عرفان سے ہی حاصل کیا اور ان کی درس گاہ سے کثیر علماء و صلحاء نے نور علم کو حاصل کیا جن میں خواجہ علاؤالدین عطاء سر فہرست نظر آتے ہیں۔[20]

اسی طرح حضرت سلطان العارفین برھان الواصلین حضرت سخی سلطان باھُو (رحمۃ اللہ علیہ) جن کو اللہ رب العزت نے تمام علوم شریعہ کے ساتھ ساتھ علوم روحانیہ اور تصوف کے

---

[17] (الحادی والحدیقہ، رد المختار ج:1 ص:45)

[18] (امام غزالی، مجموعۃ الرسائل، سر العالمین، ص:62)

[19] (مراۃ الاسرار، ج:2، ص:35، صوفی فاؤنڈیشن لاہور)

[20] (نور بخش توکلی: تذکرہ مشائخ نقشبند، ص:107-109)

تمام تر درجات سے کما حقہ نوازا جس کے بارے میں آپ (رحمۃ اللہ علیہ) خود بیان فرماتے ہیں:

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

میں تمام تر مقام و مراتب کو شریعت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے حاصل کیا اور ہر حال میں شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو اپنا رہبر و پیشوا بنایا جس کی بدولت 300 سال قبل طالبان مولا اور واصلان خدا کو وراثت علم محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے انوار و عرفان سے اکتساب فیض کا موقع ملا-

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کے فقراء میں سے حضرت سخی سلطان سید محمد بہادر علی شاہ (رحمۃ اللہ علیہ) حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز قدس سرہ العزیز اور سید عبد اللہ شاہ المدنی (رحمۃ اللہ علیہما) سر فہرست نظر آتے ہیں اور آج بھی آپ کے فقر و ہدایت کا سمندر بے کراں ٹھاٹھیں مار رہا ہے-

سلسلہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین ابو حفص عمر سہروردی (رحمۃ اللہ علیہ) آپ کے چچا حضرت ابو نجیب عبد القاہر (رحمۃ اللہ علیہ) ایک دن آپ کو سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ اقدس میں لے گئے اور عرض کی کہ یا حضور! اس فرزند کو علم الکلام سے بڑا لگاؤ ہے تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت شہاب الدین سے پوچھا کہ آپ نے علم الکلام کی کون کون سی کتب کا مطالعہ کیا ہے یہ فرما کر اپنے دست مبارک کو ان کے سینے پر پھیرا جس کی برکت سے اسی لمحے علم الکلام کی تمام مباحث اور کتابوں کے نام تک آپ کے سینے سے محو ہو گئے اور آپ جواب نہ دے سکے اس وقت سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا کہ ہم نے تمہارے سینے سے علم الکلام کو مٹا کر اس کے عوض معرفتِ الٰہی کا علم بھر دیا ہے- اس کے بعد آپ (رحمۃ اللہ علیہ) حضور غوث اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کی بارگاہ میں ہمیشہ باریاب ہوتے رہے تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

"یاعمر انت آخر المشھورین بالعراق"

"اے عمر (رحمۃ اللہ علیہ) تم عراق کے آخری مشہور انسان ہو"-

آپ نے اپنے عہد کے تمام علوم پر کامل دسترس حاصل کی اور آپ کے علمی مقام کے بارے میں شمش صدیقی بریلوی لکھتے ہیں:

"علم حدیث و فقہ میں آپ کے علمی تبحر کا یہ عالم تھا کہ آپ اپنے زمانے میں بلند پایہ فقیہہ اور محدث تھے"-

اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ صوفیاء جو فقر محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وارث ہوتے ہیں وہ جو چاہیں جس وقت چاہیں کسی کے سینے سے کوئی چیز بھی نکال کر اس کا نعم البدل عطا فرما سکتے ہیں- حضور غوث اعظم (رحمۃ اللہ علیہ) کے صدقے سے آپؒ کی خانقاہ عالیہ سے بے شمار علماء عاملین اور فقراء کاملین فیض یاب ہوئے ان میں سے چند ایک نام درج ہیں، شیخ نور الدین مبارک غزنوی، شیخ ضیاء الدین رَمّلی، شیخ محمد یحیٰ، شیخ جلال الدین تبریزی (رحمۃ اللہ علیہ)، شیخ سعدی شیرازی، شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی-

علماء کی فضیلت:

اس لیے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے علماء کے متعلق ارشاد فرمایا:

"من استقبل العلماء فقد استقبلنی و من زار العلماء فقد زارنی و من جالس العلماء فقد جالسنی و من جالسنی فکانما جالس ربی"[21]

"جس نے علماء کرام کا استقبال کیا پس تحقیق اس نے میرا استقبال کیا اور جس نے علماء کی زیارت کی پس تحقیق اس نے میری زیارت کی اور جس نے علماء کی مجلس اختیار کی پس تحقیق اس نے میری مجلس میں بیٹھنے کا شرف حاصل کیا اور جس نے میری مجلس اختیار کی گویا وہ میرے رب کی مجلس میں بیٹھا رہا"-

سلطان الفقر بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ نے اپنی حیاتِ طیبہ کو شریعتِ مطہرہ کے مطابق اس طرح ڈھال رکھا تھا کہ اپنے ظاہر و باطن میں اللہ

[21](علامہ عبد الدین التحقیی الہندی: کنز الایمان، رقم الحدیث: 28883)

تعالیٰ کے عرفان کا مرکز اور جمالِ الٰہی و جمالِ محمدی (ﷺ) کامظہر اور عکسِ جمیل نظر آتے ہیں-

اگر آپ کی خوش اخلاقی کی طرف دیکھا جائے تو آپؒ اپنے وقت کے صوفیائے کرام میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں- آپؒ کی شخصیت اتنی بارعب تھی کہ دور سے دیکھنے والے کے دل میں آپؒ کا رعب و دبدبہ بیٹھ جاتا اور ادب واحترام آجاتا- اس کے برعکس حاضر ہونے والوں کے السّلام علیکم کہنے پر آپؒ اپنی شیریں زبان سے ایسا پیار بھرا جواب ارشاد فرماتے کہ ہر اہلِ مجلس خود کو آپؒ کے زیادہ قریب محسوس کرتا اور جب آپؒ کسی کی خیریت دریافت فرماتے تو آپؒ اپنی شفقتِ کریمانہ کے مطابق انفرادی طور پر بار بار احوال دریافت فرماتے-

آپؒ نرم لب و لہجہ اور سادہ، شائستہ و شستہ الفاظ میں گفتگو فرماتے تھے اور دورانِ گفتگو آپؒ اہلِ مجلس کی قلبی کیفیت کے مطابق محوِ کیفیت ہوتے تھے - آپؒ ”وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيۡمٍ“ کی عملی تصویر تھے -اگر آپؒ کی مجلس مبارک میں کوئی سخت دل یا ڈھیٹ آدمی بیٹھا ہوتا تو آپؒ کی گفتگو مبارک صفتِ نذیری کی آئینہ دار ہوتی تھی، اگر اہلِ مجلس صاحبِ تقویٰ اور خدا خوف لوگ ہوتے تو آپؒ کا کلام مبارک صفتِ بشیری کا آئینہ ہوتا- آپؒ نے علمائے کرام مشائخ عظام کے علاوہ دنیا دار، سیاسی ،سماجی اور مذہبی افراد پر بھی اپنی توجہ مرکوز فرمائی اور انہیں باکمال اور خوبصورت زندگیاں بخشیں - آپؒ کا کمالِ حسن ہر پہلو کے اعتبار سے مکمل ضابطہ یقین و ایمان ،ایقان و عرفان ہے- حسنِ کردار ، حسنِ گفتار ، فنِ رفتار الغرض !ہر شعبہ زندگی کے متعلق رہنمائی فرمائی- جرائم پیشہ افراد بھی آپؒ کی محبت کریمانہ میں بیٹھے تو پیکرِ خلق بن کر اٹھے اور ”ھم الجلساء لا یشقی بھم جلیسھم “کی حقیقی تشریح بن کر اٹھے-

آپؒ علمائے کرام، مشائخ عظام اور صحافی احباب کی کھلے دل سے حوصلہ افزائی فرماتے اور اُن کی عزت و احترام بجا لاتے حتیٰ کہ آپؒ سیاستدانوں اور معاشرتی اداروں کے ذمہ داران سے الفت و محبت سے معمور پاکیزہ گفتگو فرماتے-

آپؒ اپنی محفل میں آنے والوں کے ذہن اور افکار دینی وملی، بین الاقوامی اور بین لمذاہب ہم آہنگی میں ڈھالنے میں سعی جمیلہ فرماتے رہتے تھے -رات بھر تا دیر عوام الناس اور اپنے حلقہ درس میں شرکت کرنے والے ہر خاص وعام کو پورا وقت دیتے چاہے سفر ہو یا حضر آپؒ اوقاتِ نماز اور پابندی جماعت کا خاص خیال رکھتے، کثرتِ ذکر اور تصورِ اسم اللہ ذات میں خود بھی محو رہتے اور اس میں مشغول رہنے کی تلقین فرماتے اور بلا امتیازِ رنگ و نسل، قوم، امیر، غریب سب کے ساتھ یکساں محبت فرماتے- آپؒ کی پوری زندگی سنتِ رسول (ﷺ) کا عملی نمونہ اور عملی تصویر تھی-

اگر آپؒ کی حیات میں گھڑ سواری کی بات کی جائے تو آپؒ گھڑ سواری میں بھی آقا علیہ الصلوٰۃ کے عکاس نظر آتے ہیں اور اگر سدھائے ہوئے شکاری جانور سے شکار کرنے کی بات آئے آپ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کے جلیل القدر صحابی حضرت سیدنا عدی بن ثابت (رضی اللہ عنہ) کے طریق پر چلتے نظر آتے ہیں، جب کبھی آپؒ شکار کے لیے ڈیرہ لگاتے وہاں نماز پنجگانہ کا باجماعت پابندی کے ساتھ اہتمام فرماتے تو دیگر شکاری لوگ آپؒ کو دیکھ کر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ آپؒ فقط تلقین وارشاد میں ہی عکسِ جمال مصطفٰے (ﷺ) کے مظہر نہیں بلکہ ہر میدان میں شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت، دین و دنیا اور ظاہر و باطن کا حسین امتزاج نظر آتے ہیں-

حضور سلطان الفقرؒ نے 1986ء میں انجمن غوثیہ عزیزیہ انوارِ حق باھو سلطان قائم فرما کر اس کو رجسٹرڈ کروایا اور اس انجمن کے تحت کچھ شعبہ جات قائم فرمائے جو فقط رضائے الٰہی کی خاطر دینِ حق کی ترویج واشاعت کیلئے تھے اور

اعلائے کلمۃ الحق کیلئے سب سے پہلے 27 فروری 1989ء کو اصلاحی جماعت کا آغاز فرمایا۔اس جماعت کے مبلغین کی تربیت میں سنتِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) کے عین مطابق عملی کردار ادا فرمایا اور چار ضابطوں کو مدِ نظر رکھ کر تربیت فرمائی۔

1. آیاتِ قرآنی اور احادیث مبارکہ سے تربیت فرمائی اور اپنی توجہ کاملہ کے ساتھ قرآن و سنت کو تربیت لینے والوں کے قلوب میں اتار دیا۔
2. نگاہِ فقر کے نور اور باطنی توجہ کے ذریعے سے نص و حدیث کے ساتھ ان کا تزکیہ فرمایا۔
3. مغزِ قرآن و سنت کو تربیت لینے والوں پر کھول دیا
4. حکمت کے گُر ان کو عطا فرمادیے، توکل علی اللہ اور ترکِ ماسویٰ اللہ کا درس دیتے ہوئے اپنی نگاہ سے تربیت یافتہ تلقین و تبلیغ کے مواقع میسر فرمائے۔

سیرت و صورت کے پیکرِ مجسم نے بدترین زندگی گزارنے والوں کو عشقِ الٰہی اور عشقِ رسول (ﷺ) میں ایک توجہ سے محوِ حق فرما کر اُن کے زنگ آلود دلوں کو نورِ علمِ عرفان بخشا اور نادانوں کو دانائے راز بنادیا جس کا نمونہ ایک مثال سے واضح کروں گا:

ایک دفعہ آپؒ کی بارگاہ میں رئیس المتکلمین، جامع المعقول و لمنقول استاذ العلماء حضرت علامہ عطا محمد بندیالوی صاحب تشریف لائے تو آپؒ نے اپنی جماعت مبارک کا تعارف کروایا اور آپؒ نے فرمایا کہ ہم آپ کو اپنی جماعت پاک کا مشن سنائیں تو قبلہ اُستاد صاحب نے فرمایا کہ جی سنائیں تو آپؒ کے حکم سے سید امیر خان نیازی اور علامہ عنائیت اللہ قادری اور استاذی مکرم الحاج محمد نواز قادری صاحب نے قرآن و سنت کی عملی تفسیر اور روحانی فکر کو اجاگر کیا۔اس کے بعد قبلہ استاد محترم حضرت علامہ عطاء محمد بندیالویؒ نے دو جملے بیان کیے:

1. ”دِلبر ہے بَر میں الحمد للہ
سب کچھ ہے گھر میں الحمد للہ“
2. معترضین کہتے ہیں کہ صوفیوں نے ”ٹپے اور دوہڑے“ لکھے ہیں، لیکن آپ کی مدلل گفتگو نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ صرف شاعری نہیں بلکہ قرآن و سنت کی شرح ہے۔

جس طرح تمام صوفیاء کرام نے اپنی اپنی خانقاہوں سے فقرِ محمدی (ﷺ) کے فیضان کو عام کیا اور اپنے مریدین و متوسلین فقراء کی ظاہری اور باطنی طہارت فرمائی اسی طرح حضور سلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) کی اولاد پاک میں سے سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (رحمۃ اللہ علیہ) کے فقر کے امین جانشین سلطان الفقر ششم حضرت سخی سلطان محمد علی سروری قادری دامت برکاتہم القدسیہ اپنی نگاہ فقر سے اسی فقر کی تقسیم فرمارہے ہیں جو رسول اللہ (ﷺ) نے اپنے محبین کو عطا فرمایا اس تقسیم میں شامل آپ کی زیرِ نظر ”دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطان پاکستان و عالم اسلام“ میں 1992ء سے لے کر آج تک بے شمار طالبان مولا و رفتگانِ علوم ظاہرہ و باطنہ اپنے ظاہر و باطن کو نور معرفت سے معمور کر رہے ہیں اور جانشین سلطان الفقر ششم دامت برکاتہم القدسیہ پوری دنیا میں مختلف طریق سے فقر محمدی (ﷺ) کے اس فیضان کو عام کر رہے ہیں اور ان شاء اللہ العزیز تبلیغ فقر کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔

جاری رہے گا فیض کا چشمہ ابد تلک
اصغر علی ولیؒ کے ہیں جھنڈے گڑے ہوئے

☆☆☆

شریعت وطریقت اور بانیءِ اصلاحی جماعت کی تعلیمات

لئیق احمد

دین متین کا مکمل نفاذ احکامِ شرعیہ کی کامل پابندی کے باعث ہی ممکن ہے- ان احکامات کی پابندی سے بندہ مومن اپنی ذات، ساخت اور باطن کو سنوارتا اور نکھارتا ہے-

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ”حجۃ اللّٰہ البالغہ“ میں اسی متعلق لکھا ہے:

”اِعْلَمْ اَنَّ مَا كَلَّفَ بِه الشَّارِعُ... هُوَ الْاَعْمَالُ مِنْ جِهَةٍ اَنَّهَا تَنْبَعِثُ مِنَ الْهَيْئَاتِ النَّفْسَانِيَّةِ الَّتِىْ هِىَ فِى الْمِعَادِ لِلنُّفُوْسِ اَوْ عَلَيْهَا... وَ الْبَحْثُ مِنْ تِلْكَ الْاَعْمَالِ مِنْ جِهَتَيْنِ- اَحَدُهُمَا جِهَةُ اِلْزَامُهَا جُمْهُوْرَ النَّاسِ... وَ الثَّانِيَةُ تَهْذِيْبُ نُفُوْسِهِمْ بِهَا وَاِيْصَالُهَا اِلَى الْهَيْئَاتِ الْمَطْلُوْبَةِ مِنْهَا... فَالْبَاحِثُ عَنْهَا مِنَ الْجِهَةِ الْاُوْلٰى هُوَ عِلْمُ الشَّرَائِعِ وَ عَنِ الثَّانِيَةِ هُوَ عِلْمُ الْاِحْسَانِ“[1]

”شرعی احکام جن کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسانوں کو مکلف کیا گیا ہے وہ دو طرح کے ہیں: ایک تو ان کی ظاہری صورت ہے اور اسی سے حکم کی بجا آوری ہونے نہ ہونے کا پتہ چلتا ہے- دوسری ان کی وہ تاثیر ہے جس سے انسان کا قلب اور روح سنورتے اور بنتے ہیں- پہلی حیثیت کو علم الشرائع کہا جائے گا اور دوسری حیثیت کا نام علم الاحسان ہے“-

علم الشرائع کو علم شریعت اور علم الاحسان کو علم طریقت کہا جاتا ہے-

علم شریعت میں احکام ظاہرہ کی پابندی پر زور دیا جاتا ہے جیسے کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، بیع و شراء اور نکاح وطلاق وغیرہ اور علم طریقت میں احکام باطنہ پر زور دیا جاتا ہے جیسا کہ صبر وشکر، رضا وتسلیم، تفویض وتوکل اور اخلاص وغیرہ- المختصر یہ کہ شریعت ظاہر کو سنوارنے اور طریقت باطن کو سنوارنے کا نام ہے- ظاہر اور باطن آپسی ربط کے متحمل ہیں- اسی لئے شریعت و طریقت متضاد نہیں بلکہ دونوں ایک دوسرے کی معاونت کا باعث بنتے ہیں جبکہ ایک کی تکمیل دوسرے سے ہوتی ہے-

علوم ظاہریہ و باطنیہ کا اہم جزو ادب ہے اور اگر علم طریقت یا تصوف کی بات کی جائے تو یہ سراپا ادب ہی ادب ہے- اللہ پاک نے انسانی فطرت میں آداب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور اس کی تربیت پر زور بھی فرمایا ہے- ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

”اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِى الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ“[2]

”بیشک اللہ عدل اور احسان اور رشتے داروں کو دینے کا حکم فرماتا ہے اور بے حیائی اور ہر بری بات اور ظلم سے منع فرماتا ہے“-

منہج حضرت سلطان باھو (قدس سرّہٗ العزیز) میں جہاں علم طریقت کا بیان ہے وہیں علم شریعت کی پاسداری بھی لازم ہے- آپ (قدس سرّہٗ العزیز) نے واضح طور پر علم الشرائع اور علم الاحسان کے آپسی ربط کو بیان فرمایا اور اپنے متعلق فرمایا کہ:

ہر مراتب از شریعت یافتم
پیشوائے خود شریعت ساختم

---

[1] (حجۃ اللہ البالغہ، ج:2، ص:26)

[2] (النحل:90)

جیسا کہ ماقبل عرض کیا گیا کہ شریعت اور طریقت آپس میں گہرا تعلق رکھتے ہیں- یہ ممکن ہی نہیں کہ شریعت ترک کر کے طریقت (تصوف) میں مقام پیدا کیا جائے یا فقط شریعت اپنا کر طریقت کو متروک کر دیا جائے- ساتھ ساتھ ادب و آداب کی اہمیت کے متعلق حضور سلطان العارفین (قدس سرہ العزیز) فرماتے ہیں:

علم پڑھیا پر ادب نہ سکھیا، کی لینا علم نوں پڑھ کے ھو

گو کہ تمام علمائے ربانیین کے ہاں علمِ شریعت اور علمِ طریقت کی ہم آہنگی ملتی ہے لیکن اس مضمون میں مختصراً حضور مرشد کریم بانیٔ اصلاحی جماعت سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس سرّہٗ العزیز) کا شریعت و طریقت میں ہم آہنگی پہ اصرار اور ادب و آداب کے بیانیے میں عظیم روحانی تحریک ”اصلاحی جماعت“ کے بنیادی مقاصد پر روشنی ڈالی جائے گی-

حضور سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرّہٗ العزیز) ایک ایسی عظیم الشان ہستی ہیں جو فقرِ محمدی (ﷺ) کی امین، راہ فقر سے تسخیر کائنات تک طالب اللہ کی دسترس کو یقینی بنانے والے اور تاثیرِ فقر سے ”اپنے من میں ڈوب کر“ اپنے خالق حقیقی کی پہچان کا موجب اور مشعل راہ ہیں- آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی پوری زندگی شریعت اور طریقت دونوں کا امتزاج ہے- آپ اپنے جد امجد حضرت سخی سلطان باھو (قدس سرّہٗ العزیز) کی تعلیمات پر خصوصی عمل کی تاکید فرماتے ہیں-

آپ کی تعلیمات انسان کو ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل کے نظام کا پابند بناتی ہیں- آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی نگاہ کاملہ ایسا جذبہ عشق بیدار کرنے کا موجب بنی ہے کہ جس کی بدولت فقر محمدی (ﷺ) اور دعوت الی اللہ کی تبلیغ کے لئے آپ کے تشکیل کردہ پلیٹ فارمز منظر عام پر آئے- جس سے عوام الناس کے دلوں کو انوارِ الٰہیہ کی وہ حقیقت معلوم ہوئی جو آج کے اس دورِ پُر فتن میں گمان کی حیثیت رکھتی تھی آپ نے جن پلیٹ فارمز کی تشکیل دی اُن میں درج ذیل ادارے شامل ہیں:

- انجمن غوثیہ عزیزیہ حضرت حق باھو سلطانؒ پاکستان وعالمِ اسلام
- اصلاحی جماعت
- عالمی تنظیم العارفین
- دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطان
- ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل
- العارفین پبلی کیشنز
- العارفین ڈیجیٹل پروڈکشن
- مسلم انسٹیٹیوٹ

ان اداروں کا مقصد شریعت کے ساتھ طریقت پر عمل پیرا ہوتے ہوئے وفائے محمدی (ﷺ) کے سائے تلے اُمت مسلمہ کو درپیش مسائل کا عالمی سطح پر تدارک اور اسلام کو درپیش فکری و نظریاتی مسائل کا سدباب کرنا اور فکری و ملی استحکام کی کوشش جاری رکھنا ہے-

مدینہ ثانی ریاست پاکستان کی محبت اور وفا دین اسلام سے الگ نہیں بلکہ اس کا خاصہ ہے اور اس ملت کی خودی کو اجاگر کرنے کیلئے حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس سرّہٗ العزیز) کے قائم کردہ ادارے اور ان کی گراں قدر خدمات اپنی مثال آپ ہیں- حضور سلطان محمد اصغر علی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے مبلغین اصلاحی جماعت کی سب سے پہلے باطنی تربیت اپنی نگاہ کاملہ سے کی اور جذبۂ طلبِ مولیٰ کو بیدار کر کے اللہ پر توکل اور ماسوائے اللہ سے ترک کے راستے پر چلنے کی تلقین فرمائی- اصلاحی جماعت کے مبلغین دعوت

الی اللہ کا پیغام آج دنیا بھر میں خالصتاً اللہ کے نظام کو عام کرنے کے لئے مصلحانہ انداز میں مصروف عمل ہیں۔

حضور سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرّہٗ العزیز) کی ظاہری حیات شریعت و طریقت کا اتحاد تھی۔ جس پر چیدہ چیدہ نکات پیشِ خدمت ہیں:

طریق بیعت:

حضور سلطان الفقر (ششم) حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرّہٗ العزیز) جب بھی کسی کو بیعت فرماتے تو سب سے پہلے اسے نماز، روزہ، تراویح و دیگر احکام شرعیہ کی پابندی کا حکم فرماتے اور ساتھ ہی تصور اسم اللہ ذات کا بھی پابندی سے ذکر کرنے کا حکم فرماتے تھے۔ آپ (قدس سرہ العزیز) نے اپنی ظاہری حیات میں ہمیشہ شریعت اور طریقت کو مقدم رکھا ہے۔ نماز ظاہری وجود کی پاکیزگی کا باعث ہے۔ نمازی کا نماز ادا کرنے کیلئے ہمیشہ پاک ہونا ضروری ہے۔ ظاہری طہارت نماز سے عطا ہوتی ہے جو کہ شریعت ہے اور باطنی طہارت کا تعلق انسان کے قلب سے ہے۔ جس کے لئے آپ مریدین اور معتقدین کو اسم اعظم کا ذکر عطا فرماتے تھے۔ تاکہ شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت پر بھی مکمل عمل کیا جائے۔

پیکرِ مثال:

حضور سلطان الفقر (قدس سرّہٗ العزیز) نے شریعت اور طریقت کے احکامات کا لبادہ زیب تن فرمائے رکھا یہاں تک کہ آپ تہجد کی باجماعت نماز کا بھی اہتمام فرماتے تھے اور سفر و حضر کسی صورت میں بھی قلبی ذکر اللہ تصور اسم اللہ ذات قضانہ فرماتے بلکہ کثرت سے فرماتے۔

آپ (قدس سرّہٗ العزیز) زہد وورع اور تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ ہمیشہ نہایت محبت سے شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنے کا حکم فرماتے اور فرائض و واجبات پر سختی سے عمل فرمایا کرتے۔ آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی محفل میں بیٹھنے والے اس بات کے گواہ ہیں کہ آپ خوش طبع شخصیت کے حامل تھے، شریعت کے پابند تھے اور ہر آنے والے کو اسم اللہ ذات کے ذکر کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ آپ کا اندازِ بیان مسجع اور مقفیٰ سا تھا۔ گفتگو میں سادہ، سلیس اور محفل میں موجود لوگوں کے عین مطابق انتہائی حلیم الطبع تھے جو بھی آپ کی خدمت میں آتا وہ آپ کے آداب، انداز اور گفتار سے آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ آپ کی محفل میں آیا ہر

شخص آپ کی شخصیت سے اس قدر تاثیر حاصل کرتا تھا کہ آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کے وجود کی برکت ہی اسے باعمل بنانے کیلئے کافی ہوتی تھی۔ خواہ دنیادار ہو، خواہ دین دار، خواہ خواندہ ہو یا ناخواندہ، آپ کی ذات سب کیلئے ایسی پیکرِ مثال تھی کہ جو آپ کو نماز پڑھتا دیکھتا تو اس کا بھی یہ عمل دہرانے کا جی کرتا تھا یعنی زبان سے کہنے کی حاجت نہ پڑتی بلکہ اس ذوق کو دیکھ کر ہی وجود میں شوق پیدا ہو جاتا تھا۔ شریعت اور طریقت کو آپ (قدس سرّہٗ العزیز) نے خود پر اس طرح نافذ فرمایا تھا کہ یہ کہنے میں کوئی دورائے نہیں ہے کہ تصوّف آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

شرائع واِحسان اور فکرِ سلطان الفقر:

رسالہ غوث الاعظم شریف میں حضور سیدنا غوث الاعظم (قدس سرّہٗ العزیز) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ناسوت سے ملکوت تک جو طریق ہے وہ شریعت ہے اور ملکوت سے جبروت تک جو طور ہے وہ طریقت ہے۔[3] یعنی ناسوت سے ملکوت تک اور ملکوت سے جبروت تک دو سواریاں ہیں، ایک شریعت اور دوسری طریقت جبکہ جبروت سے لاہوت تک کی سواری حقیقت ہے۔ شریعت کی سواری

[3] (مترجم: مولوی محمد حسین خان، پروگریسو بکس لاہور، ص: 41-42)

سے طالب اللہ نے اپنے نفس کا تزکیہ کرکے اسے ستھرا کرنا ہے- طریقت کی سواری سے انسان نے قلب کی پاکیزگی حاصل کرکے لاہوت کی جانب بڑھنا ہے- جو حضرتِ انسان کا اصل مکان ہے- مختصر یہ کہ شریعت تزکیہ نفس ہے اور طریقت تصفیہ قلب ہے-

حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرّہٗ العزیز) کا طریقِ تبلیغ دیگر علماء کرام سے مختلف و منفرد تھا- جہاں علماء شریعت کے اعمال ثواب کی خاطر فرماتے وہاں حضور مرشد کریم (قدس سرّہٗ العزیز) اعمال تزکیہ نفس کیلئے کرواتے اور جہاں دیگر، اذکار و وظائف مقامات کی طیر سیر اور رجوعاتِ خلق کیلئے کرواتے وہاں حضور مرشد کریم (قدس سرّہٗ العزیز) ذکر فکر کا حکم تصفیہ قلب کیلئے دیتے تھے تاکہ طالب کی رسائی آگے جبروت تلک ہو- آپ محض ثواب اور محض حصولِ مقامات کیلئے شرائع والاحسان کا حکم نہ فرماتے بلکہ تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کی بنیاد پر حکم فرماتے تاکہ طالب کی سمت درست ہو اور وہ رجوع الی اللہ سے نہ بھٹکے-

اصلاحی جماعت کے مقاصد:

بلاشبہ بانیٔ اصلاحی جماعت حضرت سخی سلطان محمد اصغر علی (قدس سرّہٗ العزیز) فقر محمدی (ﷺ) کے امین تھے اور ایسے بااثر بندہ مومن تھے کہ جس کے بارے حکیم الامت علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

فقرِ مومن چیست؟ تسخیر حیات
بندہ از تاثیر او مولیٰ صفات

”مومن کا فقر کیا ہے؟ کائنات کی تسخیر کرنا اور فقر کی تاثیر سے بندے کے اندر اپنے مولیٰ کی صفات منعکس کرنا“-

آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی خدمت میں کئی نامور شخصیات بھی آتیں- طارق اسماعیل ساگر مرحوم آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی شخصیت سے اس قدر متاثر تھے کہ انہوں نے جب آپ (قدس سرّہٗ العزیز) پر کتاب لکھی تو آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کو اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) کے مطابق ”صاحب لولاک“ فرمایا- بقول اقبال:

عالم ہے فقط مومن جاں باز کی میراث
مومن نہیں جو صاحب لولاک نہیں ہے!

حضور سلطان الفقر (قدس سرّہٗ العزیز) کی شخصیت پیکرِ مثال تھی- آپ کی ذات شریعت اور طریقت کے کامل عامل کا نمونہ تھی- ملک و ملت پر جب ظلمت کی تاریک گھٹا چھانے لگی اور پسپائی اور رسوائی کے بادل بڑھنے لگے تو آپ (قدس سرّہٗ العزیز) نے اصلاحی جماعت کا قیام فرمایا اور ”نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری“ کی فکر کو لے کر آپ ملک بھر کے کونے کونے پر گئے- اصلاحی جماعت عالمگیر مقصد کے تحت وجود میں آئی- تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب، تجلیۂ سر اور معراج انسانیت کے حصول کی ندا لگا کر گلی گلی کوچے کوچے جماعت کا پیغام پہنچایا گیا تاکہ متلاشیانِ حق کو اس پُر فتن دور میں واصل بحق ہونے کا نسخہ عطا کیا جائے اور حقیقی ابلاغ، تعلیماتِ صوفیاء، پاسداریٔ شریعت اور کیمیائے اکسیر (تصور اسم اللہ ذات) عطا کی جائے جس سے وہ اپنے ظاہر اور باطن کو پاک کرکے ”ففروا الی اللہ“ اور ”رجوع الی اللہ“ کر سکیں تاکہ جمعیت اور اخوت کے جذبات سے سرشار ہو کر جب فردِ واحد ابھرے تو وہ اسلامی معاشرت کی تشکیل میں اپنا بھرپور کردار ادا کر سکے- یہی وجہ ہے کہ آج آپ (قدس سرّہٗ العزیز) کی فکر صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ دنیا بھر میں عام ہو رہی ہے اور اصلاح وتربیت کا یہ مشن رواں دواں ہے-

☆☆☆

سُلطان الفقر

قدامت وجدت کا عظیم امتزاج

تحریر: مہر ساجد علی مگھیانہ ایڈووکیٹ
معاون: سید عزیز اللہ شاہ ایڈووکیٹ

قدامت اور جدت دو متضاد ترجیحات ہیں- دونوں کی اپنی اہمیت اور تقاضے ہیں- قدامت کا لفظی معنی بعد زمانی، گزرا ہوا، بہت پرانا؛ اور جدت کا لفظی معنی تازہ پن، نیا یا جدید جو جاری ہے موجود ہے- بہت سی قدیم روایات ایسی ہوتی ہیں جو قدیم ہونے کے باوجود بھی اپنی اہمیت برقرار رکھتی ہیں- یہی وجہ ہے کہ انسان فطرتی طور پر قدیم اور جدید روایات کے ساتھ زندگی گزارنے کو ترجیح دیتا ہے اور یوں اپنے ماضی اور حال کے امتزاج کو قائم رکھتا ہے-

اسلام قدیم و جدید کو اپنے اندر سمونے کی طاقت رکھتا ہے- جیسا کہ اسلام میں بہت سے ایسے اعمال، فرض اور واجب ہیں جو پہلی امتوں پہ بھی فرض تھے مثلاً نماز، روزہ، جہاد وغیرہ- حضور نبی کریم (ﷺ) بھی قدامت وجدت کا حسین امتزاج ہیں آپ (ﷺ) نے بہت سی روایات کو باقی رکھا جو پہلے سے موجود تھیں مثلاً قسامت کا تصور جو پہلے موجود تھا آپ (ﷺ) نے ویسے ہی رکھا- حضور پاک (ﷺ) نے مسلمانوں کو جدید آلات سے لیس فرمایا مثلاً صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے منجنیق بنانے اور چلانے کا طریقہ کار سیکھا- تاکہ مسلمان جدید آلات اور جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو سکیں- جب مسلمانوں کی فتوحات میں اضافہ ہوا اور سمندری جنگوں کی ضرورت پیش آئی تو مسلمانوں نے بحری جہاز بنائے- اس طرح اگر اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو مسلمان قدامت و جدت کا عکاس نظر آتے ہیں- یہی اسلام کی خوبی ہے کہ جہاں قدامت کو جگہ دیتا ہے وہیں جدت کو بھی قبول کرتا ہے-

اسلام کی فلسفیانہ تعبیر میں جو چیز اسے قائم و دائم رکھنے اور بقول علامہ اقبال متحرک رکھتی ہے اور ابدی دین ہونے کا تصور دیتی ہے وہ اس کا قدیم و جدید کو اپنے ہاں قبول ورد کرنا ہے- اسلام کا ایک نظام ہے جس کے مطابق اصول واضح کر دیئے گئے ہیں اور ان اصولوں کی روشنی میں ہر نئی چیز کو پرکھا جاتا ہے، اگر وہ مطابقت رکھے تو قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہیں- اس بات کو عام فہم انداز میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ آئین پاکستان میں ہے کہ قرآن وسنت کے مخالف کوئی قانون نہیں بنایا جائے گا تو اس سے مراد انہی اصولوں کی روشنی میں نیا قانون ترتیب دیا جائے گا- اقبالؒ کے نزدیک تو اسلام بھی قدیم و جدت کے سنگم پر کھڑا ملتا ہے- اجتہاد، قیاس، استصلاح، مصالح مرسلہ اور فقہ حنفی کا ”نظریہ سیاسہ“ جیسے نظریات اسلام کو زندہ و جاوید بھی بناتے ہیں اور قدیم و جدید سے ہم آہنگ کرنے میں معاون و موافق بھی ہوتے ہیں-

اسلام کا کامل دین ہونے اور حضور نبی کریم (ﷺ) کا خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب بھی اسی تناظر میں دیکھا جائے تو موضوع کا مکمل فہم حاصل ہوتا ہے کہ جب انسانی تہذیب اپنی ترقی کے اعتبار سے مختلف منازل طے کر رہی تھی تو انسانی زندگی کیلئے کوئی ایسے بنیادی ٹھوس اصول متعین نہ تھے جن پر

عمل رہتی دنیا تک کے لئے ممکن ہوتا- انسانی تہذیب کے اسی ارتقائی عمل کو اقبال اپنے خطبے ''مُسلم ثقافت کی رُوح'' میں یوں بیان کرتے ہیں:

"There is no doubt that the ancient world produced some great systems of philosophy at a time when man was comparatively primitive and governed more or less by suggestion. But we must not forget that this system-building in the ancient world was the work of abstract thought which cannot go beyond the systematization of vague religious beliefs and traditions, and gives us no hold on the concrete situations of life."[1]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیائے قدیم نے ایک وقت میں بعض بہت بڑے فلسفیانہ نظام پیش کئے، جبکہ انسان اپنی ابتدائی منازل پر تھا اور اس پر کم و بیش روایات کا غلبہ تھا مگر ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پرانی دنیا میں یہ نظام بندی مجرد فکر کا نتیجہ تھی، جو مبہم مذہبی اعتقادات اور روایات کی ترتیب و تنظیم سے آگے نہیں جا سکتی اور اس سے ہمیں زندگی کے ٹھوس حقائق پر گرفت حاصل نہیں ہو سکتی''-

انسان کی رہنمائی کے لئے مختلف ادوار میں مختلف انبیاء تشریف لاتے رہے، جنہوں نے ''خیر'' کی دعوت دی اور ''شر'' سے روکا- یہ اصول ہمیں تمام شریعتوں میں ملتا ہے اس کے بعد آپ (ﷺ) کی ولادت باسعادت کا وقت آن پہنچتا ہے جس کو علامہ اقبالؒ یوں بیان فرماتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کی بعثت ایسے وقت پر ہوئی جو زمان و مکاں کے اعتبار سے موزوں ترین ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا:

''بنی آدم پر یکے بعد دیگرے گزرنے والے قرون میں سے سب سے بہتر قرن میں مجھے معبوث کیا گیا اور سب سے بہتر قرن وہی ہے جس میں مجھے بھیجا گیا''-[2]

حضرت علامہ اقبال اسی بات کو اپنے ایک خطبہ میں کچھ اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"Looking at the matter from this point of view, then, the Prophet of Islam seems to stand between the ancient and the modern world. In so far as the source of his revelation is concerned he belongs to the ancient world; in so far as the spirit of his revelation is concerned he belongs to the modern world. In him life discovers other sources of knowledge suitable to its new direction."

''اس معاملے پر اس نقطہ نظر سے غور کیا جائے تو ہمیں پیغمبرِ اسلام حضرت محمد (ﷺ) قدیم اور جدید دنیاؤں کے سنگم پر کھڑے نظر آتے ہیں- جہاں تک آپ (ﷺ) کی وحی کے منابع کا تعلق ہے تو آپ (ﷺ) کا تعلق قدیم دنیا سے ہے- جہاں تک اس وحی کی روح کا تعلق ہے تو آپ (ﷺ) کا تعلق دنیائے جدید سے ہے- آپ نے زندگی میں علم کے کچھ دوسرے ذرائع کو دریافت کر لیا جو نئی سمتوں کیلئے موزوں تھے''-

پس! انبیاء (علیہم السلام) کا پیغامِ ہدایت پہنچانے کا فریضہ اپنے حتمی انجام کو پہنچا اور خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفٰے (ﷺ) کا قدیم و جدید وقت کے درمیان میں تشریف لانا جن کے علم سر

[1]Reconstruction of Religious Thought in Islam, v

[2](تفسیر ابن کثیر، ج:2، ص:299)

چشمۂ وحی کا تعلق قدیم بنیادوں پر استوار ہے لیکن جس کی روح ایسے افکار سے عبارت ہے جن کی روشنی میں جدید دنیا کے لئے حل نکالا جا سکتا ہے- انسان کے دنیا میں قدم رکھنے کے ساتھ ہی انسانی تہذیب اپنی ترقی کے مختلف مدارج سے ہوتے ہوئے اس مقامِ انتہا پر آن پہنچتی ہے جس کی سعی تاریخ انسانی کے ساتھ شروع ہوئی تھی اور نبوت کے سلسلے کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا اور یوں دینِ اسلام کو رہتی دنیا تک کے لئے انسانوں کی ہدایت کا ذریعہ بنایا گیا-

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) بھی قدامت و جدت کا حسین امتزاج ہیں آپ کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو آپؒ قدامت و جدت کی ایک تصویر کے طور پہ نظر آتے ہیں- قدیم روایت جو حضور پاک (ﷺ) سے چل رہی ہے اسی طرز پہ آپؒ نے مرشد کے ہاتھ پہ بیعت کی آپؒ کے مرشدِ کریم سلطان الاؤلیاء حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ ہیں جو آپؒ کے والدِ محترم ہیں- آپؒ کا اپنے والدِ محترم سے باپ بیٹے کی بجائے طالب و مرشد والا تعلق تھا- جس روایت پہ حضور پاک (ﷺ) کی ذات مبارکہ سے لے کر آج تک تمام اہلِ فقر ہستیاں عمل پیرا ہیں آپؒ نے اسی روایت کی طرز پہ لوگوں کو بیعت فرمایا اور اسمِ اعظم کی لازوال دولت سے مالا مال کیا- آپؒ اس قدیم روایت پہ گامزن رہے-

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) نے کئی صدیوں سے جامد خانقاہی نظام اور تصوف کے اندر نئی روح پھونکی اور اس کو وہی جلا بخشی جس کے لیے یہ قائم ہوا تھا- آپؒ نے اصل امر کی حقیقی تصویر پیش کی کہ تصوف کی حقیقت فقرِ محمدی (ﷺ) ہے اور آپؒ نے تصوف کو محض فلسفیانہ انداز میں پڑھنے اور سمجھنے کی بجائے عمل پر زور دیا- آپؒ نے اس پر فتن دور میں تصوف کو زندہ کیا اور مسلمانوں کو ایک بار پھر اپنی کھوئی ہوئی میراث حاصل کرنے کا راستہ دکھایا- تصوف کا اصل ماخذ قرآن و سنت کو قرار دیا اور نظریہ فقر کو عوام و خاص میں واضح کیا اور اس کی اہمیت کو اجاگر کیا کہ کیسے یہ انسان کو دنیا سے لایحتاج کر دیتا ہے-

سلطان الفقر (قدس اللہ سرّہٗ) خانقاہی نظام میں قدامت و جدت کا امتزاج نظر آتے ہیں- آپؒ نے اپنے مریدوں اور ارادت مندوں کو روایتی پیری مریدی تک محدود نہ رکھا بلکہ انہیں طالبِ مولیٰ بنایا- اسم اعظم اور اپنی نگاہِ کامل سے ان کے باطن کو پاک فرما کر ان کو لوگوں کی رہنمائی کیلئے دنیا میں بھیجا تاکہ لوگوں کو معرفت اور قربِ الٰہی کی دعوت دیں آپؒ نے جہاد بالنفس کے ساتھ ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا درس بھی دیا- روایتی پیری مریدی کی بجائے طالب مولیٰ بنا کر لوگوں کو معرفتِ الٰہی کی دعوت دی اور دعوت الی اللہ کیلئے 1986ء میں انجمن غوثیہ عزیزیہ حضرت حق باھو سلطانؒ پاکستان وعالم اسلام رجسٹرڈ کرائی- اسی انجمن کے تحت آپؒ نے 1987ء میں اصلاحی جماعت تشکیل دی- اس جماعت کی بنیاد اللہ پاک کے اس فرمان کے مطابق رکھی گئی:

"وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"[3]

"اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور نیکی (معرفتِ الٰہی) کا حکم دیں اور برائی (غفلت) سے منع کریں اور یہی لوگ مراد کو پہنچے"-

[3](آل عمران:104)

آپؒ نے 1989ء میں اصلاحی جماعت کے تبلیغی شعبہ کا اجراء فرمایا اور اصلاحی جماعت میں شامل افراد کی تربیت کا اہتمام فرمایا- اصلاحی جماعت کے تربیت یافتہ افراد کے لیے ''صدر'' کا نام منتخب فرمایا یہ ایک نئی اصطلاح متعارف کروائی ہے جو کسی جماعت کے افراد کے لئے استعمال ہوئی- صدر عربی زبان کا لفظ ہے جس کا معنی ہے سینہ -یعنی ان کا سینہ آپؒ نے کھول دیا- آپؒ نے جماعت کو ضلع، تحصیل اور یونٹ کی سطح پہ منظم کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچایا جا سکے- آپؒ نے فروری 1989ء میں اصلاحی جماعت کے مرکزی اجتماع بعنوان میلادِ مصطفٰے (ﷺ) کا کامیاب انعقاد فرمایا یہ اجتماع 1991ء سے لے کر آج تک بتاریخ 12-13 اپریل کو دربار عالیہ حضرت سلطان العارفین سلطان حق باھُوؒ پہ مسلسل کامیابی سے منعقد کیا جا رہا ہے- آپؒ نے اصلاحی جماعت کو منظم کرنے کیلئے 1999ء میں عالمی تنظیم العارفین کی بنیاد رکھی- آپؒ مختلف مقامات پہ محفل پاک کا اہتمام فرماتے پروگرام میں علماء کرام کے خطابات کے بعد بیعت فرماتے، اسمِ اعظم کا ذکر عطا فرماتے اور فرداً فرداً لوگوں سے ملاقات فرماتے جس میں لوگ آپؒ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوتے-

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) نے ماہنامہ مرآۃ العارفین کی 2000 میں بنیاد رکھی- جو کہ ''نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری'' کا ترجمان ہے- جس کی ماہانہ تعداد ایک لاکھ سے زائد ہے جو معرفتِ الٰہی، محبتِ رسول (ﷺ) اور نظریہ پاکستان کی ترجمانی کرتا ہے-

حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) نے ''دارالعلوم غوثیہ عزیزیہ انوار حق باھو سلطانؒ آستانہ عالیہ حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ پہ قائم فرمایا- پہلے قرآن پاک کی حفظ و ناظرہ کی کلاسز حضرت سلطان محمد عبد العزیزؒ کے دور میں شروع ہوئی تھیں-1992ء میں درسِ نظامی کی پہلی کلاس شروع ہوئی- جس میں مروجہ اسلامی کتب کے علاوہ تصوف اور جدید تعلیم بھی دی جاتی ہے- آج اس ادارے کا نظم وضبط اپنی مثال آپ ہے جبکہ اس کی ملک میں درجنوں برانچز مزید بھی ہیں جن میں سینکڑوں طلباء تحصیل علومِ دینی کیلئے زانوئے تلمذ تہ کیے ہوئے ہیں اور جیّد و نامور مفتی صاحبان و شیوخِ فقہ و حدیث تدریس کی ذمہ داریاں سر انجام دے رہے ہیں- آپؒ کا یہ قدم بھی قدامت وجدّت کا حسین اِمتزاج ہے-

آپؒ نے حضرت سلطان باھوؒ کی کتب کے تراجم اور دیگر صوفیائے کرام کی کتب کی اشاعت کیلئے ایک ادارہ ''العارفین پبلیکیشنز'' قائم فرمایا- آپؒ نے حضرت سلطان باھوؒ اور حضور غوثِ اعظم سید عبد القادر جیلانیؒ کی تعلیمات کا ترجمہ کروا کر شائع کرایا- جن کی اس دور میں اشد ضرورت ہے- آپؒ نے ان کتب کا ترجمہ بمع متن شائع کرایا جو عصرِ حاضر تک اس ادارے نے حضرت سید عبد القادر جیلانیؒ کی کتب کے تراجم بمع عربی متن اور حضرت سلطان باھوؒ کی کتب کے تراجم بمع فارسی متن کے سینکڑوں ایڈیشنز شائع کیے ہیں جو آج لوگوں کی ہدایت کے لیے مینارہ نور بنے ہوئے ہیں-

آپ معاشرے سے کٹ کے رہنے والے خشک واعظ کے طریقہ کے برعکس ایک بھرپور معاشرتی زندگی کے قائل تھے، اپنے معاشرے کے ہر طبقہ سے متعلق رہنا اور ہر ممکن طریقہ سے عامۃ الناس تک اپنا پیغام پہنچانا آپ کی حکمت و بصیرت کا حصہ تھا- اس لئے آپ مثبت و پاکیزہ ثقافتی سرگرمیوں میں بھی دلچسپی فرماتے، گھڑ سواری و نیزہ بازی ان میں سے ایک ہے- آپؒ نے نیزہ بازی میں قدیم وجدید تقاضوں کو پورا فرمایا- پاکستان میں ہونے والے نیزہ بازی کے مقابلوں میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ آپؒ نے بہت سے مقابلے جیتے- آپؒ نے خود بھی بہت سے نیزہ بازی کے مقابلے کرائے جن میں بہت سے شہ سوار حصہ لیتے- آپؒ نے محمدیہ حیدریہ سلطانیہ اعوان کلب کی بنیاد رکھی جو پاکستان میں سب سے بڑا نیزہ باز کلب ہے آپؒ نے ''ٹیم آف ایٹ'' کی بنیاد رکھی جو آج تک مختلف نیزہ بازی کے مقابلوں میں چل رہی ہے-

آپؒ کے ملبوسات کا ذکر کیا جائے تو آپؒ قدامت و جدت کے عکاس نظر آتے ہیں- جہاں تہبند اور قمیض زیبِ

تن فرمائی وہاں شلوار قمیض بھی پہنی- آپؒ کڑھائی والے قمیض اور اکثر واسکٹ زیب تن فرماتے- سر پہ سندھی ٹوپی پہنتے یا سفید شملہ والی دستار باندھتے- سر پہ کبھی کبھار سبز دستار تو کبھی مشدی باندھتے- آپؒ سردیوں میں سر پہ گرم ٹوپی، سویٹر، جرسی، گرم کوٹ زیب تن فرمایا- آپؒ گرم چادر بھی استعمال فرماتے، آپؒ کے قمیض کے اکثر کھلے کف ہوتے جبکہ ڈبل کف والے سوٹ بھی پہنتے جن میں آپؒ کف لنکس لگاتے، آپؒ دھوپ سے بچاؤ کی عینک بھی لگاتے جس کے سلیکشن آپ کے حسنِ ذوق کی آئینہ دار ہوتی، سردیوں میں موزے اور جرابیں بھی پہنتے- اپنی کلائی کو گھڑی سے زیبا کرتے- آپؒ پاؤں میں زیادہ تر کھسہ پہنتے- آپؒ کنیالی، بوٹ کے ساتھ ساتھ دیگر مختلف جوتے بھی پہنتے-

آپؒ ہر سال طویل سفر گھوڑوں پر فرماتے، مختلف جگہوں پہ گھوڑوں کے سفر میں تشریف فرما ہوتے سارا قافلہ گھوڑوں پہ ہوتا اور اونٹنیوں پہ سامان لدا ہوا ہوتا- جہاں پہ قیام فرماتے وہاں نماز پنجگانہ کا باجماعت اہتمام کیا جاتا اور اسمِ اعظم کے ذکر کے ساتھ فجر اور عشاء کے بعد درس کا اہتمام کیا جاتا- فجر کی نماز کے بعد تفسیر قرآن پاک کا درس ہوتا اور عشاء کے بعد تعلیماتِ حضرت سلطان باھُوؒ کا درس ہوتا- جب آپؒ نے اصلاحی جماعت کی بنیاد رکھی تو آپؒ گھوڑوں پہ سفر کم فرماتے بلکہ آپؒ گاڑی پہ سفر فرماتے تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگوں تک معرفتِ الٰہی کا پیغام پہنچ جائے-

آپؒ فنِ تعمیر کے حوالے سے انتہا درجے کا شوق رکھتے تھے اگر اس کا عملی نمونہ دیکھا جائے تو آستانہ عالیہ حضرت سلطان محمد عبدالعزیزؒ پہ نوری مسجد اس کا منہ بولتا ثبوت ہے- اس میں شیشے کی کشیدہ کاری اور رنگوں کے حُسن امتزاج کی وجہ سے عوام الناس اس کو شیشوں والی مسجد کہتے ہیں- آپؒ نے مسجد پاک کا کام اپنی مرضی اور نگرانی میں کرایا- آج بھی انہیں دیکھنے والا دنگ رہ جاتا ہے-

سلطان محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے منصبِ ارشاد سنبھالا تمام شعبہ جات میں مزید ترقی فرمائی اور مزید شعبہ جات بھی قائم فرمائے- مسلم انسٹیٹیوٹ اور ایس بی سکول کی بنیاد رکھی

آپؒ کے انتقال کے بعد آپؒ کے جانشین حضرت سلطان محمد علی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے منصبِ ارشاد سنبھالا تو انہوں نے بھی سلطان الفقر ششم حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب (قدس اللہ سرّہٗ) کے طریق قدیم و جدت کو اپنا رکھا ہے- تمام شعبہ جات میں مزید ترقی فرمائی اور مزید شعبہ جات بھی قائم فرمائے- دورِ جدید کے مطابق مسلم انسٹیٹیوٹ کی بنیاد رکھی جس کا مقصد اتحاد، استحکام اور مسلمانوں میں قائدانہ صلاحیتوں کا پیدا کرنا ہے- یہ مسلم اُمہ، پاکستان کے مسائل اور بین الاقوامی معاملات کے حوالے سے ریسرچ اور ڈائیلاگ کے ذریعے کام کرتا ہے یہ پالیسی ساز اداروں کو پالیسی مہیا کرنے والا ریسرچ بیسڈ تھنک ٹینک ہے- آپ نے ایس بی سکول کی بھی بنیاد رکھی ہے جس میں تعلیم کے ساتھ تربیت پہ بھی زور دیا جاتا ہے- اس طرح اور بھی بہت سے اقدامات فرمائے ہیں- آپ بھی قدامت و جدت کی حقیقی تصویر ہیں-

حضرت سلطان محمد اصغر علیؒ کی نجی زندگی ہو یا آپؒ کی تحریکی زندگی، آپؒ کے قائم کردہ ادارے ہوں یا ان کے لیے کیے گئے اقدامات ہوں، آپؒ کا لباس ہو یا آپؒ کا رہن سہن- الغرض آپؒ ہر پہلو میں قدامت و جدّت کا حقیقی امتزاج نظر آتے ہیں-

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

☆☆☆

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھو

عاشق سوئی حقیقی جیہڑا قتل معشوق دے منّے ھو
عشق نہ چھوڑے مُکھ نہ موڑے توڑے سے تلواراں کھنّے ھو
جتول ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنّے ھو
سچا عشق حسین علی دا باھو سر دیوے راز نہ بھنّے ھو

Actual aaashiq is such who acknowledges his killing by the beloved Hoo
Never abandons ishq neither he turns his face even if hundred swords kill him Hoo
Whichever direction he sees the secret of beloved he takes such direction Hoo
True ishq is of Hussain Ali (R.A) Bahoo who submits his head and secrets does not make known Hoo

Ashiq soi haqiqi jeh'Ra qatal mashooq dy mannay Hoo
Ishq nah cho'Ray much nah mo'Ray to'Ray sai talwara'N khannay Hoo
Jit wal wekhay raaz mahi day laggay oosay bannay Hoo
Sacha ishq Hussain Ali da Bahoo sar deway raaz na bhannay Hoo

Translated by: M. A. Khan

تشریح:

1:می نترسند عارفان دائم لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ

”عاشقانِ الٰہی ہر گز نہیں ڈرتے اور نہ ہی وہ کسی کی ملامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں“ -(محک الفقر کلاں)

حقیقی عاشق وہی ہے جو اپنی جان ہتھیلی پہ رکھ کر اپنے تمام اُمور اپنے مالکِ حقیقی کے سپرد کر دیتے ہیں-جیسا کہ سُلطان العارفین حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”اگر تُو عاشقِ حق ہے تو دم نہ مار اور اپنا سر پیش کر دے، اِس راہ میں اگر سر گردن سے جدا ہو جائے تو بہت اچھا ہے“-(امیر الکونین)

مزید ارشاد فرمایا

”واصل باللہ عاشقانِ الٰہی اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتے ہیں کہ وہ زندہ دم و ثابت قدم ہو کر خود کو وحدتِ حق میں غرق رکھتے ہیں“-(محک الفقر کلاں)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) خود اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

”مَیں اُس کے عشق کا پروانہ ہوں، اپنی جان سے بیگانہ ہوں-اگر آتشِ عشق مجھے جلائے تو مَیں دم کیوں ماروں؟“(عین الفقر)

2: ” جس کے گریباں پہ تیرے عشق نے پنجہ ڈالا، غمِ عشق نے اُس کی روح و رگِ جان پکڑ لی“-مزید ارشاد فرمایا:”ذکرِ حامل ایسا ذکر ہے کہ جسے ذاکر اگر چھوڑ بھی دے تو یہ ذکر اُسے ہر گز نہیں چھوڑتا بلکہ بلا فکر جاری ہو کر اُس کے وجود پر اور زیادہ اَثر انداز ہوتا ہے اور اُسے اپنے قبضہ و تصرف میں رکھتا ہے“-(کلید التوحید کلاں)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی اس کیفیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”اگر مَیں نور حضور کو چھوڑوں بھی تو وہ مجھے نہیں چھوڑتا-اگر میں تجلیاتِ انوارِ دیدار کی سوزش و گرمی سے عاجز ہو کر اُن سے گریز کروں اور ہوائے نفس کی طرف متوجہ ہونے کی کوشش کروں تو نورِ حضور مجھ پر غالب آجاتا ہے اور وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیتا-بیت:” مَیں جس طرف بھی دیکھتا ہوں وہ مجھے اپنا دیدار کراتا ہے اور جس طرف بھی متوجہ ہوتا ہوں وہ میرے سامنے رہتا ہے“-(امیر الکونین)

3: عاشق ہمیشہ اپنے محبوب کی رضا اور خوشنودی کا متلاشی رہتا ہے اور اس کے تمام اعمال و افعال کا مرکز و محور بھی اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی رہتی ہے، جیسا کہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:” آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرما دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا“(الانعام:162)-اس لیے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:”تُو جو کام بھی کرے رضائے الٰہی کی خاطر کر تا کہ تُو رازِ کُن کا محرم ہو سکے“-(اسرار القادری)

4: ”اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ“ میں کمال امامین پاک حضرت امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) کو نصیب ہوا جو سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور خاتونِ جنت اُم المومنین حضرت فاطمۃ الزہرہ (رضی اللہ عنہا) کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں“-(محک الفقر کلاں)

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ عزوجل کا کوئی بر گزیدہ بندہ ”اہل بیت اطہار“ کی محبت میں صداقت کے بغیر اللہ عزوجل کی محبت کا دعویٰ کر سکے، اس لیے اللہ عزوجل کے ہر ولی نے اپنے قول و فعل سے نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سید الشہداء سیدنا حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ والہانہ محبت کا اظہار کیا ہے، اسی محبت و عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے حضرت سخی سلطان باھو صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”مَیں حضرت اِمام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنہما) کی خاکِ پا ہوں اور مجھے حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ہر صحابی کا ہم مجلس ہونے کا شرف حاصل ہے“(عقل بیدار)-

اس لیے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) تنبیہ فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”جو شخص آلِ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) و اولادِ علی و فاطمۃ الزہرہ (رضی اللہ عنہما) کا منکر ہے وہ معرفتِ الٰہی سے محروم ہے“-(نور الھدیٰ)

میلادِ مصطفیٰ و عرس مبارک

سلطان الفقر ششم حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحب قدس سرہ العزیز

دربارِ عالیہ سلطان العارفین حضرت سلطان باھوؒ قدس اللہ سرہ

بانیٔ اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین

سلطان الفقر حضرت سلطان محمد اصغر علی صاحبؒ نے اپنی نگاہِ کاملہ سے فکری و روحانی انقلاب برپا کیا۔ ہزاروں گم گشتگانِ راہ کے سینوں کو نورِ اسم اللہ ذات سے مُنوّر فرمایا اور ہزاروں نوجوانوں کو اخلاقی، روحانی و فکری تربیت سے بیدار کیا اور قوم و مِلّت کا زندہ حصہ بنایا۔ آپؒ کے فیضانِ نظر سے قائم کردہ تربیتی اور تحقیقی ادارے ایک تحریک کی صورت میں بنی نوعِ انسان کو ہر طرح کے تعصّبات سے پاک کر کے ان کے تعلق باللہ کو مضبوط کرنے میں مصروف ہیں۔

بانیٔ اصلاحی جماعت کے اٹھارہویں عرس مبارک کے کامیاب انعقاد پر ہم جانشینِ سلطان الفقر حضرت سلطان محمد علی صاحب اور اصلاحی جماعت و عالمی تنظیم العارفین کے عہدیداران و کارکنان کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔